سوانح

حضرت مقدادؓ

مؤلف:

حجۃ الاسلام محمد محمدی اشتہاردی

ترجمہ واضافات:

العبد سید مراد رضا رضوی

حوزۂ علمیہ۔ قم۔ ایران

رحمت اللہ بک ایجنسی

کاغذی بازار میٹھادر
کراچی ۷۴۰۰۰

فون: 2431577

نام کتاب	سوانح حضرتِ مقدادؓ
موَلف	حجۃ الاسلام آقای محمد محمدی اشتہاردی
ترجمہ واضافات	العبد سید مراد رضا رضوی۔ قم۔ ایران مدرّس اعزازی مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ۔ بہار
ناشر	اکبر ابنِ حسن
کتابت	سید علی امام زیدی۔ گوہر لکھنوی
مطبوعہ	اے۔ بی۔ سی۔ آفسٹ پریس۔
سرورق	عباس حسنین
سنہ طباعت	مارچ ۲۰۰۰ء
ہدیہ	روپیہ

(ملنے کا پتہ)

عرضِ ناشر

امیر المومنین، حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ کا ارشاد ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد تمام نعمات ارضی کو ابوذرؓ۔ سلمانؓ۔ مقدادؓ۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی ذات سے منسوب کر کے مجھے ان کا امام اور پیشوا مقرر کیا ہے۔ اور یہ لوگ وہ ہیں جنکے وسیلے سے اہل دنیا کو رزق ملتا ہے۔ اور انھیں کی برکتوں سے بارش ہوتی ہے۔(۱)

(حضرت امام جعفرِ صادقؑ نے فرمایا کہ :۔ مقدادؓ بن اسود کا مرتبہ قرآن میں 'الف' کے مانند ہے۔ اور جس طرح کوئی دوسرا حرف 'الف' سے نہیں ملتا۔ اسی طرح شرف ومنزلت اور صفات وکمالات میں کوئی دوسرا شخص ان سے ملحق نہیں ہو سکتا۔

حضرت مقدادؓ نے خود اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ :۔ میں ایک سچا مسلمان اور فرزندِ اسلام ہوں۔ اس سے قبل میری حیثیت وشخصیت غلامی کے حصار میں محصور تھی، اللہ نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ذریعہ پنجہ غلامی سے مجھے آزاد کرایا۔ مجھے عزت عطا کی اور فقیر سے غنی کر دیا۔ قرآن مجید نے بھی حضرتِ مقدادؓ کو شاکرین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ تقویٰ، پرہیزگاری اور عبادت گزاری، نیز محبت اہلِ بیت کا جوہر حضرتِ مقدادؓ

(۱)۔ حیات القلوب۔ جلد۔ اوّل

کی پاک و پاکیزہ زندگی میں بدرجہ اتم کارفرما تھا۔

زیرِ نظر کتاب، انہیں مقدادؓ کے حالات پر مبنی ایک تحقیقی دستاویز ہے۔ جسے حجۃ الاسلام آقائے سید محمد محمدی اشتہاردی مدظلہ العالی نے بڑی کدوکاوش کے بعد تالیفات کے لباس سے آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ اور سید مراد رضا قمی الرضوی نے ترجمہ کر کے ایک اہم دینی فریضہ ادا کیا ہے۔

ہمارا ادارہ انتہائی فخر و مسرت کے ساتھ اس کتاب کو شایع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب مومنین کرام کو اہم معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے عارفانہ ذوق کے لئے بھی تسکین کا سامان مہیا کرے گی۔

احقر العباد

اکبر ابنِ حسن

باسمہ سبحانہ

انتساب

اپنی اس مختصر سعی کو یوسف زہراؑ منتقم خونِ حسینؑ حضرت حجتؑ عجل اللہ فرجہ شریف سے منسوب کرتا ہوں۔ خداوند قدوس آپ کے ظہور میں تعجیل فرمائے۔ آمین

العبد سید مراد رضا رضوی

حوزۂ علمیہ قم۔ ایران

فہرست مضامین

تقریظ

عالی جناب ڈاکٹر سید حسن عباس صاحب گوپالپوری (ڈی۔ لٹ) تہران یونیورسٹی، ایران۔

حضرت مقدادؓ، صحابیٔ رسولِ اکرم ﷺ و امیر مومنان حضرت علیؑ کے بارے میں جناب محمد محمدی اشتہاردی کی تصنیف (سیماے مقدادؓ) بزبانِ فارسی اپنے موضوع پر ایک نادر و مفید تالیف ہے فارسی و عربی میں اس قسم کی کتابوں کا خاصا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جبکہ اردو زبان میں اِن مفید و کارآمد موضوعات پر ابھی بہت کچھ لکھا جانا ہے۔ مولانا سید مراد رضا صاحب نے مذکورہ کتاب کا آسان اردو میں ترجمہ کر کے واقعی ایک کارِ خیر کیا ہے۔ اس ترجمہ کو میں نے ملاحظہ کیا۔ مترجم نے ترجمہ میں بڑی محنت اور دقتِ نظر کا مظاہرہ کیا ہے۔ البتہ یہ انکی پہلی کوشش ہے۔ اور مشقِ سخن جاری رہے تو انشاء اللہ ہمارے معاشرے کو اِن سے کافی معنوی فوایذ حاصل ہو سکتے ہیں۔

خداوند عالم اس کوشش کو قبول فرمائے اور قارئین کرام مقدادؓ جیسی بلند مرتبت شخصیت سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے بعد مترجم و مصنف کے لئے دعاے خیر فرمائیں۔ والسلام۔

سیّد حسن عباس گوپالپوری

احوالِ واقعی

از استاز العلام حجتہ الاسلام مولانا سیّد رضا صاحب قبلہ گوپال پوری صدرالافاضل (امام جمعہ باؤلی مسجد پٹنہ سیٹی مدرّس مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ سیٹی)

زیرِ نظر کتاب (سوانح حضرتِ مقدادؓ) مولاے متقیان حضرت علیؑ کے اس جانباز کی تاریخ ہے جسے شہسوارِ بدر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تاریخ کے دست درازوں نے مولا علیؑ کی حیات پر اتنا گھرا پردہ ڈال دیا کہ انکے جانبازوں کی بھی سوانح حیات کا حقیقی عکس سامنے نا آسکا۔ یہ تو مولا علیؑ سے وابستگی کا اعجاز ہے کہ ان جانبازوں کے متعلق جو بھی حاصل ہوا وہ اتنا معنی خیز ہے کہ عام و خاص سب اس سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ کتابِ ہذا انھی جانبازوں میں سے اک معتبر وفا شعار کی زندگی کا عکس ہے۔ جسے روایات میں مردِ آہن کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ یقیناً جنابِ مقدادؓ مردِ آہن ہیں جن پر حالات کے دھکتے شعلوں کا ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔ بلکہ ہمیشہ اپنی جراٗت مندی سے حالات کی متلاطم موجوں کا تموج موڑ دیا۔ ایسا با وفا صحابی جسکے لئے امام محمد باقرؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا۔ ان أردتَ الذی **لم یشلك ولم ید خله شیٌ فالمقداد**۔ اگر چاہتے ہو کہ ایسے شخص کو دیکھو کہ جسنے نہ تو کبھی شک کیا نہ ہی کوئی خلل وارد ہوا۔ تو مقدادؓ کا دیدار کر لو۔ (قاموس الرجال۔ جلد۔ ۹۔ ص ۱۱۱۔ تتمہ المنتہیٰ۔ ص۔ ۸)

اس قسم کی مختلف حدیثیں اور فضائل ہیں جو اس کتاب میں آپ ملاحظہ

فرمائیں گے۔ جسے فارسی زبان میں آقای اشتہاردی نے بعنوان، سیمائے مقدادؓ تالیف
فرمایا ہے۔ اور اردو زبان میں اسکا ترجمہ عزیز ارجمند حجتہ الاسلام سیّد مراد رضا
رضوی قمی سلمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ کیا ہے۔ ابتداءً
طلبگی سے ہی فرزندِ عزیز کو تعلیم کے ساتھ ساتھ تعلّم کا بھی شوق تھا۔ اور اسی جذبہ کے
پیشِ نظر جب ایران سے برائے تدریس اعزام کئے گئے تو آپ نے مدرسہ سلیمانیہ ہی
کو اسکے لئے منتخب فرمایا۔ جو بچپن ہی سے اپنے گہوارۂ علم میں آپ کو پروان چڑھاتا
رہا۔ اس یک سالہ اقامت کے دوران آپ نے تدریسی فرائض بڑی جدیت سے انجام
دے۔ وہیں نسلِ موجودہ اور نسلِ آیندہ کے لئے بھی ایک نادر کارآمد۔ مفید۔
معلوماتی علمی خزانہ۔ سوانح حضرتِ مقدادؓ کی شکل میں پیش کردیا۔ کتاب آپ کے
سامنے ہے۔ سلمہ کی کوششوں کا احتساب خود قارئین کے حوالے ہے۔

والسلام۔

سیّد اسد رضا

مدرّس، مدرسہ سلیمانیہ۔ پٹنہ

پیشگفتار

(آزاد مرد)

حروف و الفاظ کے حسین و جمیل باغ میں بہترین کلمہ جو حضرت
مقدادؓ کی حیات طیبہ پر منطبق ہوتا ہے۔ وہ کلمہ وارستہ ہے اس لئے کہ وارستہ کے
معنی، آزاد۔ آسودہ۔ بے قید و بند ہیں۔ اور یقیناً مقدادؓ ایسے شخص کا نام ہے جو قیودِ
مادّی سے بالکل آزاد تھے۔ وہ اسلام کی حیات آفریں تعلیمات اور معلّم انسانیت سے متاثر
ہو کر برائیوں اور خرافات سے آزاد ہو چکے تھے۔ اور نفس، مطمئنہ کی ہمراہی میں بڑے
اطمینانِ قلب اور سکونِ دل کے ساتھ شاہراہِ حق پر گامزن تھے۔ مجاہدات اور نفس
کشی کے نتیجے میں لوگوں کے لئے اسلام کے ایک نمونہ بن کر سامنے آئے۔ اگر کبھی
دانشمند اور ذھین افراد یکجا ہوں اور موضوع بحث نمونہ اسلام ہو تو ائمہ معصومینؑ
کے بعد جو افراد سر فہرست ہوں گے وہ مقدادؓ۔ سلمانؓ۔ اور ابوذرؓ ہیں۔
نمونہ پرھیزگاری۔۔ آئینِ اسلام کے پروردہ اور مکتب رسولِ اکرم ﷺ کے
شاگردوں میں متقی افراد لاتعداد ہیں۔ جو ہمیشہ اوامر و نواہیٔ اسلام پر سر بسجود رہے۔
لیکن سوال یہ ہے کہ اس میدان میں نمونۂ عمل کون ہے۔ کہ حتیٰ جسکے ذہن کے
کسی گوشے اور قلب کے کسی حصّے میں بھی شک و شبہ پیدا نہ ہوا ہو۔ اور جب
حق کو پالیا تو عاشقانہ اسپر گامزن ہوگیا ہے۔ اور اپنے تمام وجود کو اسپر فدا کردیا
ایسا نہیں ہے کہ فقط زبان سے چوں و چرا نہ کیا ہو بلکہ اسکے تصور میں بھی
کیوں کا شائبہ نہ ہو۔ آیا ایسے شخص کا سراغ موجود ہے؟ کیا ممکن ہے کہ ایسا

کوئی دنیا میں موجود ہو؟ ہمارے پاس تو اس سوال کے جواب میں اک ذات موجود ہے جو اہتمام صفات کی حامل ہے اور وہ مقدادؓ کی ذاتِ والا صفات ہے۔ جن کی حیاتِ طیبہ پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائینگے کہ امام محمدؑ باقرؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ اگر چاہتے ہو کہ ایسے شخص کا مشاہدہ کرو کہ جسکے دل میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہ ہو تو مقدادؓ کو دیکھو (قاموس الرجال جلد ۹، ۱۱۴ تتمہ تنتہی الدمال۔۸، امام محمدؑ باقرؑ کا یہ قول ان تمام سوالات کا بہترین جواب ہے۔

معراجِ وفا:۔ مقدادؓ جب مسلمان ہوئے اور اس وقت تک جب تک زندہ رہے حوادث کے متلاطم طوفان سے الجھے رہے اسلئے کہ آپ خود ملاحظہ فرمائیں گے کہ جب انہوں نے اوائل بعثت میں اسلام قبول کیا تو ۲۵، پچیس یا ۲۶، چھبیس سال سے زیادہ کے نہ تھے اور ۷۰، ستر سال کی عمر میں مدینہ سرکار کی تیسری حکومت کے دور میں راہئ ملکِ جاوداں ہوگئے۔

بنابریں اوائلِ بعثت کے تمام حوادث، ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ مدینہ، حوادثِ جنگِ اسلامی، ان تمام حالات کے طوفان میں مقدادؓ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مستحکم تھے اور ان سے اہم رسولِ اسلامؐ کی وفات کے بعد بحران خلافت کے متلاطم طوفان میں مدینہ سرکار کی تینوں حکومتوں میں تھے۔ لہذا تمامتر آزمائشی دور سے گزرتے رہے اور تقریباً ۴۵، سال ایسے حالات سے دوچار رہے لیکن تعجب اسپر ہے کہ اس طوفان کی ہیبت انگیز موج اپنے تموج میں اچھے اچھوں کو بہا لے گئی۔

لیکن حالات کے اس گہرے سمندر کی متلاطم موجوں کا ذرہ برابر اثر مقدادؓ کے دین و ایمان پر نہ ہوا بلکہ بڑی فداکاری سے حضرت علیؑ کے نقشِ قدم پر گامزن رہے اور ہمیشہ خدا و رسولِ خداﷺ اور انکے حقیقی جانشین کی خوشنودی حاصل کرتے رہے اور صمیمِ قلب سے وفاداری کا مظاہرہ کرتے رہے۔

یقیناً یہ وفادار و باوفائی و وفاشعاری کی معراج ہے جسے مقدادؓ نے بڑے جتن سے حاصل کیا ہے۔

آخر میں انتشارات پیامِ اسلام قم کی تحریری کمیٹی کا شکرگذار ہوں جس نے نویسندہ کو یہ افتخار بخشا اور اس کتاب کو نشر کر کے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔

قم۔ حوزۂ علمیہ

محمد محمدی اشتہاردی

دی ماہ۔ ۱۳۵۰ ش

دریچہ تحریک

خداوند ذوالمنن کا صدہا شکر جس نے اپنی تعلیمات وافرہ سے
اس عبدِ حقیر کو اس قابل بنایا کہ سامنے پھر اک بار اس دعوے کو غلط ثابت کیا جا
سکے کہ شیعہ العیاذ باللہ اصحابِ رسولؐ کا احترام نہیں کرتے اور انہیں گالیاں دیتے
ہین جبکہ یہ بات حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ شیعانِ حیدرِ کرار جس قدر احترامِ
اصحابِ پیغمبرؐ کے قائل ہیں شاید ہی کوئی قائل ہو۔ لیکن افترا و بہتان کے علم بردار
اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

زیرِ نظر رسولِ اسلام کے وفا شعار صحابی حضرت مقدادؓ علیہ آلاف
التحیۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ پر مشتمل کتاب بعنوان 'سوانح حضرت مقدادؓ' حاضر
خدمت ہے۔ جو حجۃ الاسلام والمسلمین حاج آقائے محمد محمدی اشتہاردی کی کتاب '
سیمائے مقدادؓ' کا اردو ترجمہ ہے۔

یقیناً ذہن میں سوال ابھرے گا کہ اتنے موضوعات کے باوجود میں نے اس
موضوع کو کیوں منتخب کیا جسمیں کافی زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ درحقیقت اسکے
محرک ہمارے ایک بزرگ ہیں جنہوں نے مجھ سے کسی حوالے سے نقل کیا کہ
عربی و فارسی کی کتابوں میں تو مقداد کے حالات ملتے ہی نہیں ہیں تو اردو میں ہی
ذخیرہ کہاں سے میسّر ہو۔ لہذا اسی خیالِ خام کے بطلان کی خاطر میں نے اس سلسلے
میں کافی جستجو کی مجھے اسکا یقین تھا کہ اس موضوع پر کتابیں ضرور موجود ہیں لیکن
افسوس کہ قم جیسے علمی ماحول میں یہ کتاب چھپی ضرور تھی لیکن بازار سے ختم
ہو چکی تھی۔ لیکن مرکزِ علومِ آلِ محمدؐ قم المقدسہ میں راہیں مسدود نہ تھیں لہذا
کافی جستجو کے بعد میں نے کمپیوٹر کی طرف مراجع کیا جہاں سے جناب مقدادؓ کے

تمام مدارک حاصل کرئے اور اس پر کام بھی شروع کر دیا لیکن درس ومباحثہ کی
کثرت کے بموجب یہ امر بہت کٹھن تھا۔ آخرکار میں نے استادِ محترم جناب
آقای سید خلیل حسینی دام ظلہ کی مدد سے آقاے اشتہاردی کی خدمت میں حاضر
ہوا اور ساری داستان انکے گوش گزار کی انہوں نے دوسرے دن بلایا اور یہ بیان
کرتے ہوے خوشی ہو رہی ہے کہ دوسرے دن انہوں نے مجھے ایک کتاب کے
بجاے چار کتابیں عنایت فرمایں۔ (۱) سیماے مقداد (۲) ابوذر شہیدِ ربذہ (۳)
سوانح حضرتِ عمار (۴) سوانح حضرتِ سلمان۔ اور بحمداللہ یہ انکا خلوص ہی ہے کہ
ھندوستان کی یکسالہ تدریسی اقامت کے دوران تدریسی مصروفیات کے باوجود
انکی دو کتابوں (سیماے مقداد۔ ابوذرؓ شہیدِ ربذہ) کا ترجمہ مع اضافات کے مکمل ہو
چکا ہے فی الحال جناب مقدادؓ کی حیاتِ طیبہ بنام (سوانح حضرتِ مقدادؓ) آپ
کے سامنے ہے اور فیصلہ آپ کے ھاتھوں میں ہے۔ ہاں میں اس بات کی
وضاحت کر دیتا ہوں کہ میں ایک ادنی طالبِ علم ہوں اور اسمیں مجھے فخر بھی ہے
اور یہ کہ ترجمہ کی وادی میں یہ میری مطبوعہ پہلی کاوش منظر عام پر ہے۔ یقیناً
غلطیاں ہوں گی لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ میری غلطیوں کی طرف
متوجہ کرایں تاکہ میں اسے سدھار سکوں۔

آخر میں اگر چند افراد کا شکریہ نہ ادا کروں تو یقیناً محسن کش کہے جانے کا مستحق
ہوں بنا بریں اس کتاب میں سب سے پہلے میں ڈاکٹر سید حسن عباس صاحب
گوپال پوری جنہوں نے تہران یونیورسٹی ایران سے بھی فارسی ادب میں پی۔
ایچ۔ ڈی۔ کی اعلیٰ سند حاصل کی ہے۔ اور اردو میں بھی پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ہے۔
جسکا عنوان بہار میں مرثیہ نگاری تھا جو آج کل رانچی یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام
ڈالٹین گنج میں پروفیسر ہیں یقیناً آپ ایک مصروف انسان ہیں۔ کا ممنونِ کرم ہوں

جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے اس کتاب پر تجدید نظر فرمائی اور عبارات سے ترجمہ کو منطبق پایا۔ ثانیاً میں الحاج مولانا سیّد علی عباس صاحب طبا طبائی، عباس بک ایجنسی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر بے چوں وچرا اس کی اشاعت کو خوشی خوشی قبول فرمالیا۔ جناب طباطبائی دام ظلہ کی شخصیت بر صغیر و غیر بر صغیر میں محتاجِ تعارف نہیں آپ نے جس عظیم ذمہ داری یعنی اعلائے کلمۃ الحق کا بارِ گراں اٹھایا یقیناً لائق تحسین ہے اُردو زبان میں ہر طبقہ کے لئے کتابیں شائع کر کے تبلیغِ دینِ اسلام جو ہر ایک پر واجب ہے انجام دی خداوندِ عالم اس سلسلے میں بتصدق محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام آپ کو روز افزوں ترقی عنایت فرمائے۔ آمین۔

علاوہ ازیں جناب سیّد امانت حسین صاحب مدرّس مدرسہ سلیمانیہ کا بھی شکر گذار ہوں جنہوں نے اس مسودہ کو صاف کرنے میں اپنا وقت دیا نیز مولانا سیّد تقی رضا صاحب نے بھی پاک نویسی میں کمک فرمائی ہے۔ خداوندِ عالم سے دست بدعا ہوں کہ جنابِ مقدادؓ کے صدقے میں اس قلیل محنت کو ریا و سمعہ سے دور رکھے اور اس سلسلے میں ہماری مدد کرنے والوں کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بحقِ محمدؐ وآلہ طاہرین۔ والسلام

العبد سیّد مراد رضا رضوی

حوزۂ علمیہ۔ قُم۔ ایران
مدرسہ اعزازی مدرسہ سلیمانیہ
پٹنہ، بہار ۲۶ جولائی ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل اوّل

مقدادؓ کا تابناک چہرہ

خاندان

سیرت نویسوں اور مورّخوں نے جناب، مقداد کے خاندانی سلسلہ کو بیس ۲۰ کڑیوں تک ذکر فرمایا ہے۔

مقداد ابنِ عمرو ابنِ ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن ابی اہون بن قاس بن قین بن اہون بن بہرا ابن الحاف قضاعہ۔

کچھ یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی آپ کو خاندانِ قضاعہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسلئے کہ آپ کے بیسویں ۲۰ جد قضاعہ تھے۔اور بعض مورخین آپکو مقداد بہراوی یا بہرائی بھی کہتے ہیں۔اسلئے کہ آپکے ۱۷ستر ہویں جد کا نام بہرا تھا۔ اسی وجہ سے اسخاندان کو قبیلہ بہرا بھی کہتے ہیں۔ مقدادؓ کے والد کا نام 'عمرو' تھا۔ چونکہ عمرو معروف قبیلہ کندہ(۱) سے تعلق رکھتے تھے۔جو سرزمینِ حضر موت(نواح یمن) میں واقع ہے۔اسی لئے کبھی کبھی مقدادؓ کو حضرمی یا کندی کہا جاتا ہے۔

مقدادؓ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی 'عمرو' تھا لیکن مشہور یہ ہے کہ آپ کو اسود سے نسبت دی جاتی ہے۔اور بنام 'مقداد بن اسود کندی' یاد کیا جاتا ہے۔

مشہور سیرت نگار 'ابنِ اثیر' اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

قبیلہ بہرا میں مقداد کے ہاتھ ایک قتل ہو گیا تھا۔ تو وہ وہاں سے نکل کر قبیلہ کندہ سے ملحق ہو گئے اور انسے ہم پیمان ہو گئے۔ وہاں بھی انکی وجہ سے خونریزی ہو گئی۔ناچار وہ مکہ کی طرف نکل پڑے مکہ میں اسود ابنِ عبدلیغوث زہری سے ہم

(۱) اسد الغابہ ج ۴۔ ص ۴۰۹۔ کندہ اہلِ یمن کے مورث اعلیٰ تھے جنکو کندہ بن ثور کہا جاتا تھا۔ مسجد کوفہ کے دروں میں سے ایک دروازہ کو جو باب الکندہ کہا جاتا ہے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ قبیلہ کندہ کے کچھ افراد اس حدود میں رہتے تھے۔(مجمع البحرین۔کند)

پیمان ہو گئے۔اسود نے مقدادؓ کی پرورش کرتے کرتے حقِ پدری پیدا کر لیا۔اسی وجہ سے مقدادؓ اسود کی طرف منسوب ہو گئے۔بعضوں نے 'مقدادؓ زہری' بھی ذکر فرمایا ہے۔چونکہ اسود ملقب بہ زہری تھے۔لہٰذا مقدادؓ 'مقداد، زہری' سے مشہور ہو گئے۔دوسرے سیرت نگار علامہ زرکلی لکھتے ہیں۔ مقدادؓ زمانہ جاہلیت میں حضر موت میں رہتے تھے۔انکے اور ابنِ شمر کندی کے درمیان کسی وجہ سے سخت دشمنی ہو گئی۔ مقداد نے ابنِ شمر کے پیر کاٹ ڈالے۔اس حادثہ کی وجہ سے مقدادؓ حضر موت کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔اور مکہ کی طرف نکل گئے۔مکہ میں اسود سے ملاقات کی اور انسے محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا اعلان کیا۔اسود نے بھی مقدادؓ کو خود سے منسوب کر لیا اور منہ بولے بیٹے کے عنوان سے انکی مدد فرمائی۔

بعض مورخین نے اسود کی طرف منسوب کئے جانے کی کچھ دوسری علتیں بیان فرمائی ہیں۔مثلاً اسود نے مقداد کو پال کر بڑا کیا تھا۔ مقداد اسود کے غلام تھے۔اور انہوں نے مقداد کو بہ عنوان فرزند قبول کیا تھا۔ مقداد کی مادرِ گرامی نے انکے والد کے انتقال کے بعد مقدادؓ کو اسود کی سرپرستی میں دے دیا تھا۔چونکہ مقداد اس وقت چھوٹے تھے۔انکی ماں اپنے ہمراہ اسود کے گھر لیکر گئیں تھیں اور وہ وہیں بڑے ہوئے تھے۔لہٰذا انکو 'مقداد ابنِ اسود کندی' کہا جانے لگا۔

کبھی کبھی مقدادؓ کو ابو معبد بھی کہا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ کے فرزند کا نام معبد تھا۔بعضوں نے ابوسعید اور ابوالاسود کی کنیت سے بھی یاد فرمایا ہے۔

القاب

آپکے القاب میں سے ایک لقب 'ثانی الارکان الاربعہ' ہے اسکی وجہ یہ کہ آپ

ایمان کے چار رکن میں سے دوسرے رکن ہیں۔ (وہ چار رکن۔
سلمانؓ۔ مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ ہیں) اور دوسرا لقب [وھاجرالھجر تین] ہے۔
جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی یعنی ہر شخص کو اسکے حقیقی باپ کی طرف منسوب کرو۔ تو زید ابن حارثہ جنکو زید ابنِ محمدؐ کہا جاتا تھا۔ زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ (۲)
بعض محققین مانند لسان الملک، ناسخ التواریخ، ہجرت، جلد ۱، ص ۳۱۰ پر لکھتے ہیں کہ مقدادؓ بن عمرو اور مقداد بن اسود دو اشخاص تھے۔ لیکن صاحبِ ناسخ التواریخ نے اشتباہ کیا ہے۔ اسلئے کہ جیسا قبلاً بیان کیا جا چکا ہے کہ مقداد بن عمرو اور مقداد بن اسود ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ اور جہاں تک تحقیق ساتھ دیتی ہے وہ یہ ہے کہ صدر اسلام میں اس نام سے آپ کے علاوہ کوئی دوسرا موسوم نہیں تھا۔

جائے ولادت

آپ کی ولادت 'جزیرۃ العرب' میں ہوئی اور اپنی زندگی کا زیادہ حصہ یہیں بسر کیا۔ لیکن جزیرۃ العرب میں کہاں متولد ہوئے اسکے بارے میں دقیق معلومات نہیں ہے۔ بعض افراد کہتے ہیں چونکہ آپ قبیلہ بہرا یا حضر موت و کندہ سے منسوب ہیں لہٰذا آپ کی ولادت یمن میں ہوئی اور آپ کا اصل وطن یمن ہے۔
علامہ زرکلی اسکی تائید بھی فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ جاہلیت میں حضر موت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ مقداد نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ مکہ اور مدینہ میں بسر کیا اور زندگی کے بیشتر واقعات میں مسلمانوں اور رہبرانِ

(۱) احزاب آیت ۵۔ ۲۔ قاموس الرجال ج۔ ۹۔ ص ۱۱۲، ۱۱۳ طبقات ابن سعد ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۱۳
اسد الغابہ۔ ج۔ ۳۔ ص ۴۰۹ حیات القلوب۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۹۴۳ (۳) اعلام ج۔ ۸۔ ص۔ ۲۰۸

اسلام کے ہمراہ تھے۔ بہر حال چونکہ اس کتاب کے لکھنے کا اصل مقصد تربیت یافتگان دربارِ رسالت سے واقفیت حاصل کرنا ہے۔ بعبارت دیگر ہم چاہتے ہیں کہ مسلمانانِ صدر اسلام کو انکی تعلیمی اور تربیتی نقطہ نظر سے پہچانیں۔ لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ ان لوگوں کی جائے پیدائش، قبیلہ اور دیگر غیر اسلامی خصوصیات پر صفحات سیاہ کئے جائیں اگرچہ مختصر سے مختصر معلومات بھی حصولِ مقصد میں مؤثر ہوتی ہے۔

مقداد کا اسلام

مورخین مقداد کو سابقین اسلام میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن مقدادؓ کیسے مسلمان ہوئے اس ضمن میں تفصیلی بحث کتب تاریخی میں موجود نہیں ہے۔ اکثر و بیشتر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے مسلمان، حضرت علیؑ ہیں۔ اسکے بعد حضرتِ خدیجہؑ پھر جناب جعفر طیارؓ پھر ابنِ حارثہؓ پھر ابوذرؓ ان لوگوں کے بعد عمرو بن عنبسہؓ، خالد بن سعیدؓ، عمارؓ کی ماں سمیہؓ، عبیدابن حرثؓ، حمزہؓ، و جناب آرتؓ اسکے بعد سلمانؓ، مقدادؓ، عمارؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ، مسلمان ہوئے۔ (۱)
بنابریں تیرہویں شخصیت بعد از سلمانؓ و قبل از عمارؓ، بعنوان مسلمان واقعی اسلام قبول فرمایا۔ وہ جناب مقدادؓ ہیں۔ لیکن بعض دوسری روایتوں میں ملتا ہے کہ سلمانؓ پہلی ہجری میں مسلمان ہو گئے تھے۔ لہٰذا مزکورہ روایات کی دو ترتیب صحیح معلوم نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ مقدادؓ نے سلمان سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ ابنِ مسعود کی روایت کے مطابق سب سے پہلے جن سات لوگوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کو ظاہر کیا ان میں سے ایک مقدادؓ بھی ہیں۔ (۲)
ان روایتوں سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مقدادؓ اوائل بعثت ہی میں

(۱) مناقب۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۳ (۲) قاموس الرجال۔ ج۔ ۹۔ ص۔ ۱۱۳

اسلام کے پرچم تلے آگئے تھے۔ اور وہ تمام سختیاں اور شکنجے جو پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں پر وارد ہوتی تھیں اسمیں آپ بھی شریک تھے۔

یہ لوگوں کو پہچاننے کہ طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے کہ سخت تریں ماحول میں اسلام قبول کیا اور تمام سختیوں کے باوجود دامنِ اسلام کو نہ چھوڑا بلکہ ہمیشہ اس سے متمسک رہے۔

اوائل بعثت میں زمینِ مکہ مسلمانوں کے لئے تنگ ہو گئی تھی۔ کفارِ قریش اتنی اذیتیں پہوچاتے تھے۔ کہ مسلمانوں کی زندگی دوبھر تھی۔ لہذا پیغمبر اسلام ﷺ مسلمان گروہ در گروہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ مقدادؓ دوسرے گروہ کے ساتھ راہیٔ حبشہ ہوئے۔ چند مدت کے بعد آپ مکہ لوٹ آئے اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ھمراہ زندگی گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اسلام ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ مقدادؓ نے اس مدت ہمیشہ یہی کوشش کی کہ اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کرتے رہیں اور اس راہ میں ذرہ برابر بھی بے وفائی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس وفادارِ اسلام نے ہمیشہ اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔

مدینہ کو ہجرت

مقدادؓ نے دو مرتبہ ہجرت کی ہے۔ لہٰذا آپ کو وھاجرالھجر تین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ حبشہ ہجرت کی جسکی تفصیل گزر چکی ہے۔ دوسری مرتبہ مدینہ۔ لیکن مدینہ کب ہجرت کی تحقیقی طور پر روشن نہیں ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔(۱) لیکن قرائن جس امر کی طرف نشاندھی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ پہلی ہجری شوال کے مہینے میں (۲) سریہ ابو عبیدہ میں مسلمانوں سے ملکر راہیٔ مدینہ ہوگئے۔ جسکی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے۔

سریہ حمزہ جو سب سے پہلی سریہ ہے ابو جہل اور حمزہ کے درمیان صلح ہوگی۔ حمزہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ اور ابو جہل اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ چلا آیا۔ یہاں آکر ابو جہل نے لوگوں کو پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ ابو جہل نے ایک انجمن ترتیب دیکر قریش سے مخاطب ہو کر کہا۔ محمد ﷺ جنگ پر آمادہ ہیں اور ہم سے لڑنا چاہتے ہیں اور کسی طرح اس سے دست بردار ہونا نہیں چاہتے، ہم سے بھی جتنا جلد ہو سکے انکی نابودی کی فکر کرنی چاہئے۔ ابو جہل کے پروپگنڈہ سے متاثر ہو کر دو سو (۲۰۰) جنگجو افراد جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ ابو جہل نے اپنے بیٹے عکرمہ کو لشکر کا کمانڈر بنایا اور تاکید کی مدینہ چلا جائے اور جہاں تک ممکن ہو اسلام کو مٹانے کے لئے اپنے جان و مال سے دریغ نہ کرے۔ عکرمہ ۲۰۰ جنگجو مسلح جوانوں کے ساتھ مدینہ روانہ ہوگیا۔ رسولِ خدا ﷺ نے ابو عبیدہ ابن حارث کی سربراہی میں ۶۰ مسلمانوں کو دشمنوں کی طرف روانہ کیا۔

ابو عبیدہ نے چاہ احیا کے نزدیک جو مدینہ کے راستے میں پڑتا ہے پڑاؤ ڈالا۔ دوسرے روز قریش کا لشکر بھی وہاں پہونچ گیا۔ اور جب سپاہِ اسلام سے مڈبھیڑ ہوئی اور جنگ کا اعلان کر دیا تو جنگ کا بگل بجنے لگا۔ اس موقع پر مقدادؓ اور عمر ابنِ عزوان (عمرو) جو قریش کی صف میں تھے اور اپنے اسلام کو مخفی کئے ہوئے تھے۔ موقع سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سپاہ کفر سے نکل کر سپاہِ اسلام سے منسلک ہوگئے۔ عکرمہ یہ حال دیکھ کر بڑا غضب ناک ہوا اور حکم جنگ صادر کر دیا۔ اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں لشکروں میں تیر اندازی شروع ہوگی۔

مسلمانون کی شجاعت دیکھ کر فوجِ دشمن ڈرگی اور وہ اپنے دوستوں سے کہنے لگے مسلمانوں نے ہمارا گھیراؤ کر لیا ہے۔ اور ابھی پیچھے سے سب ہمیں گھیر لینگے اور

(۱) قاموس الرجال۔ ج۔ ۹، ص۔ ۱۱۴، (۲) سریہ۔۔ مردان جنگوں سے ہے جو اوائل ہجرت میں ہوتی رہیں اور جنمیں خود پیغمبر شریک نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ کمانڈروں کا تعین فرماتے تھے اور دشمنوں کی سرکوبی کیلئے انہیں بھیجا کرتے تھے

ہمیں قید کرلینگے۔ اپنی دانست میں انھوں نے دلیل قایم کی کہ تھوڑی سی فوج دو سو (۲۰۰) قریش کے دلاوروں کے مقابلے میں نہیں لڑ سکتی ہے۔ پس اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمان بہت زیادہ ہیں۔ اسی ادھیڑ پن میں قریش نے راہِ فرار اختیار کی اور میدانِ کارزار کو چھوڑ دیا اور وہاں سے مکہ کی طرف نو۔ دو۔ گیارہ ہو گے۔

مسلمانوں نے جب یہ حالت دیکھی تو بہت خوش ہوے اور اسے اپنی بہت بڑی فتح شمار کرتے ہوے انکا پیچھا نہیں کیا اور مدینہ کی طرف پلٹ آے۔ (۱)

اس طرح مقدادؓ نے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ در حقیقت پیغمبر اسلام ﷺ کو دو خوشخبری ملی۔ (۱) ایک یہ کہ مسلمان ظفریاب لوٹے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ مقدادؓ اور عتبہ بن غزوان نے بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ خود کو دشمن کے قبضے سے نجات دلوائی اور مسلمانوں سے ملحق ہو گے۔

مقدادؓ کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ وارد ہوے تو رسولِ اسلام ﷺ نے ہم لوگوں کو گروہ، گروہ میں تقسیم کر دیا۔ میں ہمیشہ اس گروہ میں شامل تھا جس میں پیامبر اسلام بھی تھے۔ ہمارے پاس صرف ایک بھیڑ تھی جسکے دودھ سے ہم استفادہ کرتے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ مقدادؓ جب مدینہ آے تو کلثوم بن ہدم انصاری کے پاس پہونچے۔

دوسری بات جس سے اوائل ہجرت میں مقدادؓ کی مہاجرت کی تائید ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے بھائی چارگی قایم کرنے والے تصفیہ میں کہ انصار و مہاجریں کے درمیان بر قرار ہو رہی تھی۔ مقدادؓ اور جبار بن صخر کے درمیان بھائی چارگی قایم فرمای یہ بات واضح ہے کہ عقد اخوت والا واقعہ پہلی ہجری میں رونما ہوا ہے۔ (۲) مورخین لکھتے ہیں کہ مقدادؓ ۳۳، ہجری میں

(۱) اقتباس از ناسخ التواریخ۔ ہجرت۔ ج۔ ا۔ ص ۲۹۔ اسد الغابہ۔ ج۔ ۴۔ ص۔ ۴۰۹ (۲) طبقات ابن سعد۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۱۴

مقامِ جرف (جو مدینہ سے ایک فرسخ کی دوری پر ہے) میں اس دنیا سے گزر گے۔ اسوقت آپ کا سنِ شریف تقریباً ۷۰ ستر۔ ال تھا۔ (۲)

بنابریں آپ کا سال مولد سولہ عام الفیل یعنی چوبیس ۲۴، سال قبل از بعثت قرار پاتا ہے۔ اسی بنیاد پر یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ وقتِ بعثت آپ کا سنِ شریف تقریباً ۳۷، سال تھا۔ اور بہ وقت رحلت پیغمبر اسلام ﷺ آپ تقریباً ۴۷، سال کے تھے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ مقدادؓ عمر کے اعتبار سے مولاے کائنات حضرت علیؑ بڑے تھے۔ اسلئے کہ آپ کی تاریخِ پیدائش ۳۰، تیس عام الفیل ہے۔

جنابِ سلمانؓ کی وفات ۳۶، ہجری میں ہوی ہے اور جنابِ ابوذرؓ کی وفات ۳۱، یا ۳۲، ہجری کے بعد واقع ہوئی ہے۔ بنابریں پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات کے بعد ارکانِ اربعہؑ نے اس ترتیب سے وفات پائی۔

اوّل۔ جنابِ ابوذرؓ ۳۱ یا ۳۲ ہجری میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گے۔

دویم۔ جنابِ مقدادؓ ۳۳ ہجری میں اس دنیا سے گزر گے۔

سویم۔ جنابِ سلمانؓ ۳۶، ہجری میں راہیِ ملکِ جاوداں ہوے

چہارم۔ عمارؓ نے جنگِ صفین میں، ۳۷، ہجری میں وفات پائی۔

خاندان کی تشکیل

اسلام کی ایک اہم سنت ازدواج اور خاندان کی تشکیل ہے۔ حدیث کی کتابوں میں اس کی بڑی تاکید ہوئی ہے۔ اور کتاب النکاح کے عنوان سے ایک مکمل بحث ہے۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

(۲) منتہی الامال۔ ج۔ ا۔ ص ۸۷۔ چار ستون

امام رضاؑ نے فرمایا کہ جبرئیل پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا 'خدا آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ دوشیزائیں پھل کی طرح ہیں جب پھل پک جائے تو اسکو توڑ لینا چاہیے وگرنہ تابش خورشید اسکو خراب کردیگی۔ اگر لڑکیوں کی شادی نہ کی گئی تو وہ خود برائیوں سے محفوظ نہیں رہ پائیں گی۔

رسولِ اسلام ﷺ اس فرمان کے بعد ممبر پر تشریف لے گئے اور خدا کے کلام کو لوگوں تک پہونچایا۔ لوگوں نے رسولِ اسلام ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارا ہم رتبہ کون ہے اور ہم کس سے شادی کریں؟ آپنے فرمایا کہ مومنین ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ یہ کہکر ممبر سے نیچے اترے اور اپنی چچازاد بہن ضباعہ کی شادی مقدادؓ سے کردی۔

ضباعہ تاریخِ اسلام کی معروف شخصیت ہیں جنکا شمار سابقین اسلام میں ہوتا ہے۔ اور آپ نے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ ہجرت فرمائی تھی۔ آپ نے رسولِ اسلام ﷺ سے گیارہ حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔ آپ کی بیٹی کریمہ، اور ابنِ عباسؓ، ابنِ مسیت، عروہ بن زید اور اعرج وغیرھم نے آپ سے روایت نقل فرمائی ہیں۔ آپ زبیر بن عبدالمطلب کی دختر نیک اختر ہیں اور زبیر پیغمبر اسلام ﷺ کے چچا تھے۔ ضباعہ جبکہ از نظر حسب ونسب با شخصیت خاتون تھیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے آپ کی شادی مقدادؓ سے کردی اور فرمایا میں نے اپنی چچازاد بہن کی شادی مقدادؓ سے فقط اسلئے کی ہے تاکہ لوگ شادی، بیاہ کے معاملے کو سادگی اور آسانی کے ساتھ انجام دے سکیں۔ اور ہر مومن سے اپنی لڑکی کی شادی کر سکیں۔ اور حسب و نسب شادی بیاہ میں رکاوٹ پیدا نہ کرے۔

کہا جاتا ہے کہ مقدادؓ نے اس سے پہلے خاندانِ قریش کی ایک لڑکی سے خواستگاری کی تھی لیکن اس لڑکی کے سرپرستوں نے اس شادی میں رکاوٹ کھڑی کردی۔

لہٰذا پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا لیکن میں اپنی چچازاد بہن سے تمہاری شادی ضرور

کرونگا۔ (تنقیح النکاح) تاکہ امر نکاح آسان ہو سکے۔ (۱)

یہ مسئلہ بھی بہ اعتبار خود ایک عالی ترین درس انسانی ہے۔ کہ اسلام میں تنہا بلندی کا معیار ایمان ہے یہاں تک کہ شادی بیاہ کے مسئلہ میں بھی ایمان ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور حسب ونسب قبیلہ و خاندان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

شکل و صورت

دخترِ مقدادؓ جنابِ کریمہ کہتی ہیں کہ مقدادؓ بلند، قامت، گندمی رنگ مائل بہ سیاہی تھے۔ سر پر بہت بال تھا اور موٹے تازے تھے۔ داڑھی نہ زیادہ تھی نہ کم۔ اس میں خضاب فرماتے تھے۔

اولاد

جہاں تک مصنف کی تحقیق ہے۔ مورخین نے فرزندانِ مقدادؓ کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں بتلائی ہے۔ لیکن انہوں نے جا بجا اپنے بیانات میں کچھ اشارے ضرور کئے ہیں۔ وہ یہ کہ آپ کی دو اولادیں تھیں۔ ایک بیٹی جنکا نام کریمہ تھا۔ جنہوں نے اپنے والد سے روایتیں نقل فرمائی ہیں۔ دوسرا بیٹا، جسکا نام معبد تھا۔ یہ عجائب روزگار ہے کہ مقدادؓ جیسے عظیم المرتبت شخص کا بیٹا نااہل نکل گیا اور جنگِ جمل میں عائشہ کے مددگاروں میں شامل تھا۔ اور وہ قتل کیا گیا۔ جب حضرت علیؑ کشتہ گانِ جمل کے کنارے سے گزر رہے تھے۔ تو آپ کی نظر معبد پر پڑی۔ آپ نے فرمایا خدا اس مقتول کے باپ پر رحم کرے۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو اسکی

رائے اس سے بہتر ہوتی۔ عمار نے عرض کی۔ الحمد للہ خدا نے معبد کو کیفر کردار تک پہونچادیا۔ اے امیر المومنین خدا کی قسم، جو بھی حق سے دوری اختیار کرتا ہے میں اسے قتل کرنے میں شرم و حیا محسوس نہیں کرتا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ خدا تم پر رحمت نازل کرے اور جزائے خیر عنایت کرے۔(۲)

جنگوں میں مقدادؓ کی شرکت

کہتے ہیں کہ دوست اور دشمن مصیبت کے وقت پہچانے جاتے ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ انسان کو پہچاننے کی راہوں میں سے ایک راہ یہ ہے کہ وہ خطرناک حوادث میں کھرا اترے۔ حوادث کے نشیب و فراز میں خود کو اس طرح پیش کرے کہ دشمن کے دانت کھٹے ہو جائیں۔

مقدادؓ ایسی ہی شخصیتوں میں سے ایک شخصیت کا نام ہے۔ جنہوں نے اسلام کے تاریخی حوادث میں خود کو اس طرح پیش کیا کہ آج بھی تاریخ انکے جواں مردی کے قصیدے پڑھ رہی ہے۔ جب اسلام قبول کیا تو اس وقت بھی سختیاں اور شکنجے برداشت کئے اور ایک وفادار مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ وہ ہجرتِ حبشہ ہو یا ہجرتِ مدینہ، مقدادؓ نے کسی جگہ بھی اسلام اور مسلمان کی مدد و نصرت میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کی۔ اور ہمیشہ پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔

آیئے تاریخ کے اس ورق کو پلٹتے ہیں اور تاریخِ اسلام کے نمایاں اوراق، اسلامی جنگوں میں مقدادؓ کے کردار کو پرکھتے ہوئے فیصلہ کریں کہ مقدادؓ نے کہاں تک کلمۂ لاالہ الا اللہ و محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت پیش کیا۔ رسولِ اسلام ﷺ کے زمانے میں جتنی بھی جنگیں ہوئیں حضرتِ مقدادؓ

(۱) طبقات۔ ج۔۳۔ ص۔ ۱۱۵ (۲) طبقات۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۱۴، منتہی الآمال۔ ج۔ ۱۔ ص۔ ۱۸۷

نے اسمیں شرکت فرمائی اور ایک جاں باز سپاہی کی حیثیت سے آئینہ اسلام کی حفاظت فرماتے ہوئے اس سے دفاع کیا۔

اسلام کی دو بڑی جنگوں بدر و احد صفحاتِ تاریخ پر جلوہ نماں ہیں اور مقدادؓ کی جواں مردی کا قصیدہ پڑھ رہی ہیں۔ اسلام میں جس نے سب سے پہلے سوار ہو کر جنگ کی ہے وہ مقدادؓ کی ذاتِ شریف ہے۔ جب عثمان مسندِ خلافت پر بیٹھے تو مقدادؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا۔ خدا کی قسم اگر میرے یار و مددگار ہوتے تو جس طرح جنگ بدر و احد میں قریش سے جنگ کی تھی آج بھی دشمنانِ علیؑ سے اسی طرح جنگ کرتا۔ یہ بات اتنی آتشی اور دل کو جھجھوڑنے والی تھی کہ عبد الرحمٰن بن عوف ڈر گئے اور اتنا ڈرے کہ مقدادؓ سے کہنے لگے کہ تمہاری ماں تمہارے غم میں بیٹھے۔ (عرب کا محاورہ ہے) ایسی باتیں نہ کرو اسلئے کہ اگر یہ باتیں لوگوں کو معلوم ہوگئی تو ڈر ہے کہ فتنہ و فساد برپا ہو جائے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں مقدادؓ کے پاس گیا اور کہا کہ میں تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں۔ مقدادؓ نے جواب دیا ایک دو آدمیوں سے کام بننے والا نہیں ہے۔ (راوی کہتا ہے میں مقدادؓ کے پاس سے اٹھا اور حضرت علیؑ کی خدمت میں آکر سارا واقعہ انکے گوش گذار کر دیا۔ حضرت نے مقدادؓ کے لئے دعائے خیر فرمائی)۔(۱) جنگ بدر میں مسلمانوں کے سپاہ میں فقط دو سوار تھے ایک زبیرؓ دوسرے مقدادؓ۔ اس جنگ میں مقدادؓ سوارِ اسپ تھے اس میں تو کوئی شک اور اختلاف نہیں ہے لیکن زبیرؓ کے بارے میں بعض کہتے ہیں۔ زبیرؓ سوار نہ تھے بلکہ مرشد بن ابی مرشد سوار تھے۔

بعض روایتوں کی بنیاد پر جو حضرت علیؑ سے نقل ہیں وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنگ بدر میں ہم میں سے گھوڑے پر صرف مقدادؓ سوار تھے۔ اور اسلام میں گھوڑے پر سوار ہو کر راہ خدا میں جنگ کرنے والے پہلے شخص مقدادؓ تھے جس

(۱) حیات القلوب۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۹۴۵ الغدیر۔ ج۔ ۹۔ ص۔ ۱۱۶

گھوڑے پر جناب مقدادؓ سوار تھے اس کا نام سبحہ تھا۔(۲)

سبحہ شناوری اور تیراکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔اس گھوڑے کو اس نام سے موسوم کرنے کی شاید یہ وجہ رہی ہو چونکہ جناب مقدادؓ دشمنوں کے متلاطم سمندر میں بڑی مہارت سے شناوری و تیراکی کرتے ہوئے فوجوں کی موجوں کا قلعہ قمع کر رہے تھے اور گھوڑا بھی بڑی چابک دستی کے ساتھ دشمنوں کی فوج کو تیتر بیتر کر رہا تھا۔اس لئے اسکا نام سبحہ رکھا گیا۔جنگ بدر سے پہلے رسولِ اسلام ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابو سفیان کے تجارتی قافلے کو روکنے کی غرض سے جو شام ہو کر مکہ کی طرف جا رہا تھا۔میدانِ بدر میں پہونچے۔لیکن خبر ملی کہ ابو سفیان چور راستہ سے استفادہ کرتے مکہ پہونچ گیا اور پھر یہ بھی خبر ملی کہ ایک بہت بڑی فوج اسلحوں سے لیس ہو کر مکہ سے مسلمانوں کو نیست نابود کرنے کے لے چل چکی ہے۔اور مقام بدر تک پہونچنے والی ہے۔

اس وقت اسلامی سپاہیوں کی تعداد فقط تین سو چودہ تھی جبکہ دشمن کی فوج میں ۹۵۰،نو سو پچاس جنگجو، ۷۰۰ سو، اونٹ اور ۱۰۰ گھوڑے تھے، یہ کیسا بحرانی اور خطرناک وقت تھا اسکا اندازہ ہر انسان کر سکتا ہے۔اس موقع پر رسول ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور انسے مشورہ کرنے لگے۔لوگوں نے مختلف جواب دیے۔یہاں تین افراد کی گفتگو پیش کی جا رہی ہے۔تاکہ معلوم ہو جائے کہ مقدادؓ کس جانباز غازی کا نام ہے۔

ابو بکر... نے کہا...وہ فوج جو مکہ سے آرہی ہے وہ سب کے سب قریش ہیں اور ہر گز ایمان نہیں لائے گی۔کبھی بھی ہمارے سامنے سرِ حق، تسلیم خم نہیں کرے گی اور ہم بھی یہاں جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں۔نہ ہی اسلحہ ہے اور نہ

(۲) قاموس الرجال۔ ج۔۹ ص۔ ۱۱۵۔ حیات القلوب۔ ج۔۲(۲) ص۔۸۵۔۴ طبقات ابن سعد جلد۔۳۔ ص۱۱۵۔ کشف الغمہ۔ ج۔۱۔ ص۔۲۳۶۔ تہذیب التہذیب۔ ج۔۱۔ ص۔۲۸۶۔ الاعلام زرکلی۔ ج۔۸۔ ص۔۲۰۸

ہی جنگجو افراد ہیں۔(عقب نشینی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے)۔

عمر نے بھی ابو بکر صاحب کی گفتگو کی تائید کرتے ہوئے اپنے مطالب پر زور دیتے ہوئے بیان کیا۔فارسی کے ایک شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔

در کف شیرِ نر خونخوارہ ای
غیر تسلیم و رضا کو چارہ ای

پیغمبر اسلام ﷺ ان جوابات سے ناراض ہوئے اور آپ اتنے غضبناک ہوئے کہ چہرہ سرخ ہو گیا۔اور ان لوگوں سے فقط اتنا کہا 'بیٹھ جاؤ' یہی وقت تھا جب پیغمبر اسلام ﷺ کا جانباز سپاہی مقدادؓ مجمع سے اٹھے اور بڑے جراتمندانہ انداز میں اس طرح عرض کی۔ اے رسولِ خدا ﷺ یہ قریش جو اپنی سپاہ پر مغرور ہو کر ہماری طرف آرہے ہیں۔ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔اور اس کی گواہی بھی دیتے ہیں کہ آپ جو کچھ خدا کی طرف سے لائے ہیں سب حق ہے۔خدا کی قسم اگر آپ آگ میں کودنے یا کانٹوں پر پا برھنہ چلنے کا حکم دیں تو آپ کا حکم دل و جان سے قبول کریں گے۔جو بات بنی اسرائیل نے حضرتِ موسیٰ سے کہی تھی کہ آپ اپنے خدا کے ساتھ جایئے اور جنگ کیجئے ہم یہیں بیٹھتے ہیں۔(۱) کبھی نہیں کہیں گے ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے پروردگار سے جنگ کریں اور ہم بھی آپ کے ہم رکاب جنگ کریں گے۔

بخاری میں آیا ہے کہ جب مقدادؓ نے اس والہانہ انداز میں اپنی جانبازی کا یقین دلایا تو رسولِ اسلام ﷺ بہت خوش ہوئے اور چہرے کی بدلی ہوئی رنگت پر بشاشت کی لہریں دوڑ گئیں۔اس وقت رسولِ اسلام ﷺ نے مقدادؓ کے حق میں دعا کی۔'خدا تم کو جزائے خیر عنایت کرے۔(۲)

حاشیہ : (۱) سورۂ مایدہ آیت ۲۴۔(۲) بحار الانوار جلد ۶، ص ۴۴۵، قاموس الرجال، جلد ۹ ص ۱۱۵، حیات القلوب، ج ۲، ص ۴۸۳، اسد الغابہ، جلد ۴ ص ۴۰۹۔

یہ سورہ مایدہ کی آیت نمبر ۲۲ ہے جو نبی اسرائیل اور جناب موسیٰ کے سلسلے میں ہے۔

الختصر یہ کہ جب فرعون اور فرعون والے ڈوب مرے اور نبی اسرائیل دریائے نیل سے گذر کر مختلف راستوں سے ہوتے ہوے وادیٔ تیہ پہنچے اور وہاں ایک مدت تک قیام پذیر رہے۔ خداوند عالم نے انکی غذا من سلویٰ مقرر فرمائی یہاں تک کہ ایک روز ان لوگوں نے جناب موسیٰ سے کہا ہم ہمیشہ ایک ہی طرح کی غذا نہیں کھا سکتے۔ خدا کی طرف سے موسیٰ کو خطاب ہوا کہ نبی اسرائیل نے ایسا تقاضا کیا ہے توانکو حکم دو کہ شہر بیت المقدس کی طرف کوچ کریں اور وہاں حکم خدا کو بجا لایئں تاکہ کھانا اٹھانے والوں میں نہ ہوں۔ جناب موسیٰ نے ان لوگوں سے کہا بیت المقدس میں داخل ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا (شہر مقدس میں ظالم اور صاحب اقتدار افراد سکونت پذیر ہیں۔ ہم لوگ اس وقت تک نہیں جایئں گے جب تک کہ وہ لوگ وہاں سے نہ نکل جایئں۔ دو افراد بنام (یوشع) اور (کالب) نے فرمایا اس دروازہ سے جس سے خدا نے داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اس سے داخل ہو گے۔ تو ان پر غالب ہو جاؤ گے۔ نبی اسرائیل نے ان مردانی خدا کی باتوں پر اعتنا نہیں کیا بلکہ تصمیم کی کہ انکو سنگسار کر دیں۔ پھر انہوں نے اپنے لئے ایک سردار منتخب کر لیا اور مصر پلٹ گئے۔ اسی بحران میں انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ آپ اپنے پروردگار کے ساتھ ان جبار و ستمگران سے جنگ کیجے اور ہم یہیں رہتے ہیں۔ موسیٰ اس بات سے کبیدہ خاطر ہوے اور عرض کی پروردگارا میں اپنے اپنے بھائی کے علاوہ کسی دوسرے پر حکم فرما نہیں ہوں۔ ہمارے اور اس قوم کے درمیان جدائی پیدا کر دے۔ جناب موسیٰ کو وحی ہوئی اب جبکہ اتنی علامتیں اور معجزات کے دیکھنے کے باوجود نبی اسرائیل نے تمہارے حکم سے سرپیچی کی ہے تو اب میں ان سب کو ہلاک کر رہا ہوں۔

جناب موسیٰ نے عرض کی انکو ہلاک نہ فرما۔ موسیٰ کو خطاب ہوا ٹھیک ہے میں انکو ہلاک نہیں کروں گا۔ لیکن چونکہ انہوں نے ناروا باتیں کی ہیں اس لئے اس سرزمین میں بیت المقدس پر انکا ورود حرام کر دیا اب انکو چالیس سال تک اسی بیابان تیہ میں حیران و پریشان رہنا ہو گا۔ تم اس قوم کے لئے افسوس مت کرو (تفسیر جامع جلد۔ ۲ ص۔ ۱۹۰ تفسیر مجمع البیان۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۸۰

جنگ احد: اسلام کی تاریخ میں ایسی جنگ ہے جس نے اچھے اچھوں کی بہادری کا پول کھول دیا لیکن جنگ میں مقدادؓ کی فداکاری جلی حرفوں سے تاریخ میں مرقوم ہے۔

جب سپاہ اسلام سپاہ کفر سے روبرو ہوئی اور رسول اسلام ﷺ نے اپنی صفوں کو منظم کر کے جنگ کا علان کر دیا تو اس لشکر میں مقدادؓ کو ۱۰۰ سو جوانوں کا سربراہ قرار دیا۔ تاکہ دشمنوں سے بایاں پرا کاملاً محفوظ رہ سکے۔(۱) بعض تاریخوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ مقدادؓ اس بحرانی کیفیت میں بھی تیر اندازی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اور جب جنگ احد میں وہ منحوس موقع آیا جس میں مسلمان مال کی لالچ میں اپنا اپنا مقام چھوڑ کر مال کے لئے دوڑ پڑے۔ دشمن نے خوب خوب فایدہ اٹھایا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کا حملہ دیکھ کر مسلمانوں کے بڑے بڑے رہنماؤں نے فرار کو قرار پر ترجیح دیتے ہوے رسالتمآب کو یکہ و تنہا چھوڑ دیا اور بزکوہی کی طرح پہاڑ پر قلانچیں مارنے لگے۔ رسول ﷺ کے شفیق چچا حمزہؑ شہید ہو گئے۔ خود حضرت کا دندان مبارک شہید ہو گیا لیکن مسلمانوں کو اس کی کیا فکر، انہوں نے تو کاھنوں کے قول پر اعتماد کرتے ہوے اسلام قبول کیا تھا۔ رسولؐ کی محبت کہاں سے آتی۔

لیکن اس پر حول ماحول میں بھی مقدادؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جمے رہے۔ مرحوم شیخ طوسیؒ کے قول کے مطابق بزرگان تاریخ نقل کرتے ہیں کہ کوئی پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ بجز علیؑ طلحہؓ زبیر اور ابو دجانہؓ موجود نہ تھا۔ پھر ابن عباس نقل کرتے ہیں کہ پانچویں شخص جو اس

(۱) ناسخ التواریخ حجرت جلد ۱، ص ۳۱ (۲) بحار الانوار جلد ۶، ص ۵۱۵، (۳) طبقات ابن سعد جلد ۳، ص، ۱۱۴ (۴) اسد الغابہ جلد ۴، ص ۴۰۹۔

بحرانی کیفیت میں رسول ﷺ کے ساتھ تھے۔ وہ عبداللہ ابن مسعود تھے۔ اور چھٹے جس نے استقامت کا ثبوت دیا اور راہِ فرار اختیار نہ کی وہ مقدادؓ تھے۔(۲) کریمہ دختر مقدادؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ اسلام ﷺ نے خیبر کے بعد ہمارے بابا کو پندرہ ۱۵، اونٹ جن پر جو بار تھے عنایت فرمایا جسے ہمنے ایک ھزار درھم میں معاویہ کے ہاتھوں بیچ دیا۔(۳) اس کے علاوہ دوسرے غزوات و سریات میں مقدادؓ کی ذات تاریخ میں مدافع حریمِ اسلام کے عنوان سے زریں حروف میں جلوہ فگن ہیں۔

پچیس ھجری میں عثمان کی خلافت کے زمانے میں باوجود اس کے کہ آپ ساٹھ سال سے زیادہ کے تھے۔ لیکن فتح مصر و اسکندریہ میں آپ سپاہِ اسلام کے برجستہ سپاہی میں شمار ہوتے ہیں۔(۴) ہاں مقدادؓ نے اپنی تمام زندگی کامل خلوص کے ساتھ اسلام کی فداکاری میں بسر کی اور اس راہ میں اپنی جان کی قربانی سے کبھی دریغ نہیں فرمایا۔ مقدادؓ ایسے عاشق دلدادۂ آلِ محمدؐ کا نام ہے جس نے عشقِ آلِ محمدؐ میں اپنی ساری زندگی وقف کردی۔ ہاں حضرت علیؑ کی شاگردی میں اس عاشق دلدادہ نے اپنی زندگی انہیں کے نقشِ قدم پر گزار دی جسکا استاد علیؑ جیسی ذات ہو اسکے شاگردوں سے ایسی ہی امید ہوتی ہے۔

پرچم دار غزوۂ ذی قرد

چھٹی ھجری میں جنگ ذی قرد جسکو غزوۂ غابہ بھی کہتے ہیں واقع ہوئی، قرد، مدینہ کے نزدیک پانی کا ایک چشمہ ہے اس کے اطراف میں ابوذر غفاری رسول اسلام ﷺ کی بیس دودھ دینے والی اونٹنیوں کے نگہبان تھے۔ جو وہیں چرا کرتی تھیں عینیہ ابن حصن نے چالیس سواروں کے ساتھ ان لوگون کو برباد کردیا۔

نیز ابوذر کے ایک بیٹے اور انکے خاندان کے ایک اور دوسرے شخص کو بھی قتل کر دیا۔ علاوہ ازیں حضرت ابوذرؓ کی بیوی کو اسیر بنا لیا لیکن انہوں نے چالاکی کے ساتھ ان لوگوں کو غافل کر کے رسولِ اسلام ﷺ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر سوار ہو کر رات میں مدینہ فرار ہو گئیں اور رسولِ اسلام ﷺ کے پاس پہونچ کر عرض کی میں نے منت مانی تھی کہ جب دشمن کے شر سے نجات پالوں گی تو اس اونٹ کی قربانی کروں گی۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا جب تم اس پر سوار ہو کر یہاں تک آئی ہو اور اسنے تمکو نجات دی ہے تو اسکو نحر کرنا اچھا نہیں ہے۔ گناہ کی چیزوں میں فقط نذر کرنا یا انسان جس چیز کا مالک نہ ہو اسکی نذر کا کوئی مورد نہیں ہوتا ہے۔ اس کے بعد رسولِ اسلام ﷺ نے جنگ کی دعوت دی اور ۵۰۰، پانچ سو افراد بقولے سات سو، ۷۰۰ افراد جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ حضرت نے علمِ فوج مقدادؓ کے ہاتھوں میں دیا اور انکو دشمن کی فوج کی طرف روانہ کر دیا۔ مقدادؓ نے دشمن کی طرف حرکت کی اور جنگ شروع کردی۔ اپنے دشمن ابو قتادہ مسعود کو ہلاک کر ڈالا۔ دوسری طرف سلمہ ابن اکوع بھی پیدل دشمنوں سے لڑ رہے تھے آخرکار دشمن ایک درّے کیطرف فرار کر گیا۔ جسمیں چشمہ ذی قرد واقع تھا۔ وہ سپاہیانِ اسلام سے مقدادؓ کی علمداری میں اس قدر بدحواس ہو گئے کہ اس چشمہ سے پانی پینا چاہا تو وہ بھی نہ پی سکے۔ اور آخرکار کفر نے اپنا آخری حربہ الفرار، الفرار اختیار کیا۔(۱) نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے مقدادؓ کی سربراہی میں دشمنوں کو پیچھے ڈھکیل دیا اور فتح و ظفر کا تاج سر پر رکھے مدینہ کی طرف لوٹ گئے۔

اسلام کا خود دار سپاہی

یوں تو تاریخِ اسلام میں مال لوٹ کر پیٹ بھرنے والوں کی

(۱) منتہی الآمال۔ ج۔۱۔ ص۔ ۵۴

فہرست بہت طویل ہے۔ کسی نے بصرہ میں محل تعمیر کرایا۔ تو کسی کی وفات کے
وقت ہزار گھوڑے، ہزار اونٹ اور ۱۰۰۱، غلام موجود تھے۔ حتی کہ بعض لوگوں کے
اموال مرنے کے بعد اس مقدار میں موجود تھے کہ سونے چاندی کو کلہاڑی سے توڑ
کر تقسیم کرنا پڑا لیکن اس لوٹ کھسوٹ کے ماحول میں مدینہ میں ایک ایسا بھی تھا
جو دنیا کے زرق برق سے مبرا و منزا تھا اور اس دنیائے فانی کے فریب میں نہ آیا
حتیٰ کہ وہ ذات نانِ شبینہ کو بھی محتاج تھی۔ لیکن سائل کو کبھی بھی اپنے در سے خالی
ہاتھ نہ لوٹایا۔ ہاں رہبر کو ایسا ھی ہونا چاہیے جیسا کہ ذاتِ صفات والا حضرت علیؑ کی
تھی۔ ایک شب وہ بھی آئی کہ گھر میں ایک ٹکڑا روٹی بھی نہ تھا تاکہ اسی کے ذریعہ
بچوں کی پرورش کی جائے وہ شب آلِ محمد ﷺ پر کیسی گزری خدا بہتر جانتا ہے۔ صبح
ہوئی تو حضرت نے سوال فرمایا اے دخترِ پیمبر گھر میں کھانے کیلئے کچھ موجود ہے۔
وفا شعار بیوی نے آواز دی اُس وحدہٗ لاشریک کی قسم جس نے میرے بابا کو
نبوت اور آپ کو وصایت و جانشینی کیلئے منتخب فرمایا ہے۔ گھر میں کچھ بھی نہیں
ہے، دو روز ہوگئے کہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے اس دو روز میں سینے پر پتھر رکھ
کر ہم نے حسنینؑ کے ساتھ صبر کیا۔ حضرت علیؑ.... میں کھانے کا انتظام کرنے جا رہا
ہوں۔ حضرت فاطمہ زہراؑ.... اے، ابوالحسنؑ آپ خود کو زحمت دے رہے ہیں اسکے
لئے میں خدا کے سامنے شرمندہ ہوں۔

حضرت علیؑ اس امید کے ساتھ گھر سے باہر تشریف لائے کہ خدا لطف
کرے گا۔ اور کوئی مل جائے تاکہ اس سے ایک دینار قرض لے لیا جائے۔ اسی فکر میں
تھے کہ ایک شخص پہونچا۔ آپ نے اس سے بطور قرض ایک دینار کا تقاضا کیا اس
شخص نے بلا تامل ایک دینار دیدیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور گھر کا رخ کیا اسی
فکر میں تھے کہ اہلِ خانہ کیلئے کیا خریدا جائے۔ کہ دریں اثنا حضرت علیؑ کی نگاہ اسلام کے
خوددار وفا شعار صحابی پر پڑی جس نے تمام حوادث میں علی ابنِ ابیطالبؑ کے نقشِ

قدم پر چلنا اپنا فرضِ منصبی شمار کیا یعنی مولا نے راستے میں مقدادؓ کو دیکھا۔ (وفادار
صحابی مشکل میں) حضرت علیؑ نے ملکوتی خدوخال پر غایرانہ نگاہ دوڑائی اور وہیں رک
کر اس وفا شعار صحابی سے احوال پرسی کرنے لگے۔ حضرت نے مشاہدہ کیا کہ گرمی
کی شدت اور دھوپ کی تپش نے مقدادؓ کو پسینہ سے شرابور کر دیا ہے۔ گرمی نے انہیں
اس قدر بد حواس کر دیا تھا کہ قریب تھا کہ وہ گر پڑیں (اس موقع پر حضرت علیؑ اور
مقدادؓ میں اس طرح باتیں ہوئیں۔

حضرت علیؑ.... اے مقدادؓ اس وقت کس لئے گھر سے باہر نکلے ہو؟
مقدادؓ.... میرے مولا مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے۔ میں جدھر جا رہا ہوں ادھر
جانے دیجئے.... حضرت علیؑ.... میرے بھائی میرے لئے شاق ہے کہ تم میرے پاس
سے گذر جاؤ اور میں تمہارے حال سے آگاہ نہ ہوں۔ مقدادؓ.... اے ابوالحسن میں
تہہ دل سے یہی چاہتا ہوں کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے، حضرت علیؑ....
اے بھائی اپنا حال کیوں چھپاتے ہو۔ حتماً مجھے تمہارے حال سے باخبر ہونا چاہیے۔
مقدادؓ.... اچھا جب آپ اتنے مصر ہیں کہ آپ میرے احوال سے باخبر ہوں تو سنیے،
اس خدا کی قسم جس نے پیامبر کو نبوت اور آپ کو تاجِ ولایت سے آراستہ فرمایا
ہے۔ میرے گھر میں کئی دن سے فاقہ پڑ رہے ہیں بھوک اور فاقہ کی شدت سے بچے
بلک رہے ہیں۔ جب انکے بلکنے کی آواز سنی تو میری طاقت جواب دے گئی۔ غم وغصہ کے
عالم میں بے مقصد گھر سے باہر نکل پڑا تاکہ خدا کوئی راہ پیدا کرے۔ اب میں اس
کوشش میں ہوں کہ کچھ غذا مہیا کروں۔ ابھی مقدادؓ کی گفتگو پوری نہیں ہو پائی
تھی کہ حضرت کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات نمایاں ہوگئے۔ اور سیلِ اشک
جاری ہوگئے۔ یہاں تک کہ محاسن تر ہو گئی۔ فرمایا مقدادؓ اسی کی قسم جسکو تم نے یاد
کیا۔ جس قصد سے تم گھر سے نکلے ہو میں بھی اسی مقصد کے تحت گھر سے باہر نکلا

ہوں۔ میں نے ایک شخص سے ایک دینار قرض لیا۔ لو اسے لے جاؤ، اور میری فکر چھوڑ دو، مقدادؓ نے بڑی شرمندگی سے اس دینار کو لیا اور پلٹ کر غذا مہیا کی اور گھر والوں کیلئے اس دن اسی دینار سے غذا کا انتظام کیا، (رسالت مہمانِ ولایت) علیؑ تہی دست ہو گئے، لیکن بہت خوش ہیں کہ مسلمان کی مدد کی اور اپنے ہاتھ سے اسکی مشکل کشائی فرمائی، مقدادؓ سے جدا ہو کر سیدھے مسجد کا رخ کیا نماز ظہرؔ و عصر مسجد میں ادا کی لیکن بعد از نماز گھر تشریف نہیں لے گئے۔ یہاں تک کہ نمازِ مغرب کا وقت آگیا۔ آپ نے رسالتمآب کی اقتدا میں نمازِ جماعت ادا کی۔ حضرت علیؑ صفِ اوّل میں تھے۔ نماز کے بعد رسولِ اسلام ﷺ نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت علیؑ رسولِ خداؐ کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ اور مسجد کے دروازہ کے پاس ساتھ ہو گئے۔ سلام کیا۔ رسولِ خداؐ نے جواب دیا۔

رسولِ خداؐ: کیا آپ چاہتے ہیں کہ آج کی رات آپ کا مہمان ہو جاؤں اور آپ کے یہاں شب کا کھانا کھاؤں۔ حضرت علیؑ کو معلوم تھا کہ گھر میں کچھ بھی کھانے کو نہیں ہے اور کوشش کے باوجود سعی کامیاب نہ ہوئی۔

پیغمبر اسلام کے اس سوال کے جواب میں سر جھکا دیا اور ساتھ میں چلنے لگے۔ پیغمبر اسلام ﷺ: یا علیؑ میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ یا انکار کر دیجیے تاکہ پلٹ جاؤں یا ہاں کہہ دو تاکہ چلا آؤں۔ خاموش کیوں ہو۔ اس درمیان پیغمبر اسلام ﷺ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت علیؑ نے آج کس ایثار کی معراج کا ثبوت دیا ہے۔ اور خدا کی طرف سے معمور تھے کہ اس رات کا کھانا علیؑ کے ساتھ نوش فرمائیں اور حضرت کے مہمان ہوں۔

حضرت علیؑ: اے رسولِ گرامی۔ جواب نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ شرمندگی نے میرا حصار کر لیا ہے۔ اور آپ کے بلند و بالا مقام نے میرے منھ پر تالا لگا دیا ہے۔ وگرنہ باکمال افتخار حاضر ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور آپ

کا پائے مبارک میری مژگانِ چشم پر ہو۔ اسی وقت رسولِ خداؐ حضرت علیؑ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیکر باھم بیت الشرف کا رخ کیا۔ اور داخلِ خانہ ہو گئے۔ فاطمہ الزھرؑ نے اپنی نماز تمام کی اور ابھی سجادہ پر ہی تشریف فرما تھیں کہ احساس ہوا کہ بابا واردِ خانہ ہوئے ہیں تو کھڑی ہو گئیں اور استقبال کیلئے آئیں۔ سلام کیا، جواب سلام سنا، فاطمہؑ پیامبرؐ کو بہت عزیز تھیں۔ حضرت نے اپنی بیٹی سے محبت کا اظہار کیا اور دستِ شفقت پھیرتے ہوئے حال و احوال دریافت کیا۔

تعجب خیز نگاہ: پیمبرؐ نے فرمایا بیٹی خدا تمہیں اپنی عنایتوں سے نوازے.... کل رات کیسی گذری؟

فاطمہؑ..... خیر و خوبی

نبیؐ..... کھانا کیا بنایا ہے۔

فاطمہ الزھرہؑ یہ سن کر اٹھیں اور ایک بڑا پیالہ لا کر رکھ دیا جو غذا سے پر تھا۔ جب نماز پڑھ رہی تھیں اس سن کو اپنے پیچھے رکھا تھا۔ پیامبرؐ، علیؑ، اور فاطمہؑ دسترخوان پر تشریف فرما تھے۔ حضرت علیؑ نے دیکھا کہ دسترخوان پر ایسی غذا ہے کہ مزہ اور خشبو کے اعتبار سے کبھی بھی ایسی غذا نہ کھائی تھی۔ حضرت علیؑ اس فکر میں تھے کہ فاطمہؑ نے کہا تھا دو روز سے گھر میں فاقہ ہے۔ پھر یہ غذا کہاں سے آئی۔ اسی فکر میں ایک تعجب خیز نظر سے بی بی کی طرف دیکھا۔ حضرت فاطمہؑ، حضرت علیؑ کے چہرہ کی رنگت اور نگاہ سے سمجھ گئیں۔ سوال کیا۔

فاطمہؑ... سبحان اللہ یا علیؑ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔ میں نے کیا کیا ہے؟ حضرت علیؑ..... یہ میری نگاہ اس لیے ہے کہ صبح آپ نے کہا تھا کہ گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے اور اسکی تاکید سے قسم بھی کھائی تھی تو یہ غذا کہاں سے آئی۔

اس وقت حضرت فاطمہؑ نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا! میرا خدا اپنے آسمان و زمین میں جانتا ہے کہ غیر سخن حق کبھی کلام نہیں کیا..... حضرت علیؑ

نے پھر پوچھا۔ پس ایسی غذا کہاں سے آئی ؟ کہ آج سے قبل اس لذیذ اور خوش مزا
غذا میں نے نہیں کھائی تھی۔...... اس سوال وجواب کے درمیان رسول ﷺ نے
اپنا دستِ مبارک حضرت علیؑ کے بازوے اطہرؑ پر رکھا۔ اور حرکت دیتے ہوے فر
مایا! علیؑ یہ غذا اس دینار کے بدلے میں ہے جسے آپنے ایک تہی دست کو دے دیا تھا۔ یہ
طعام بہشت اسی دنیار کے انفاق کا صلہ ہے جو خدا نے اپنی طرف سے عنایت فرمایا
ہے۔ خداوند جسے چاہتا ہے۔ بے حساب رزق دیتا ہے۔

اس وقت رسول ﷺ کی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے۔ فرمایا۔ حمد و
ستائش خدا کی جسنے تمکو (یا علیؑ) مانند حضرت زکریا اور فاطمہؑ کو مانند مریم قرار دیا۔
اس جہت سے قرآن فرماتا ہے۔ کلھاً دخل علیھا ذکریا المحراب وجد
عندھا رزقاہ قال یا مریم انی لک ھٰذقالت ھو من عند اللہ انّ اللہ یر زق
من یشاء بغیر حساب . ص ۲ (جب کسی وقت زکریا ان کے پاس (انکے) عبادت
کے کے حجرے میں جاے تو مریم کے پاس کچھ نا کچھ موجود پاتے پوچھتے اے
مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آیا تو مریم یہ کہ دیتی تھیں کہ خدا کے یہاں
سے آیا ہے بیشک خدا جسکو چاھتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے)

نتائج :۔ اس واقعہ سے مقدادؓ کی شخصیت پر کافی روشنی پڑی ہے اور
چند نتائج بھی سامنے آتے ہیں۔

(۱) مقدادؓ کو بھی حضرت علیؑ کی طرح دنیا سے کوئ دلچسپی نہیں تھی نہ یہ کہ
جہاں سے چاہو حاصل کرو اور اپنی زندگی گزار لو۔ یہ اسیران دنیا ہیں جو لوٹ
کھسوٹ کر اپنی زندگی طمطراق سے گزارتے ہیں بلکہ مقدادؓ اس ذات کا نام ہے
جسنے بڑی سادگی سے اپنی زندگی گزاری، حتیٰ کہ بھوکے رہ کر بھی لیکن دنیا کے سامنے
گھٹنے نہیں ٹیکے۔ (۲) اس برے وقت میں بھی جب حضرت علیؑ سے ملاقات کی تو یہ
نہیں چاہتے تھے

کہ کوئ مرے حال سے واقف ہو حتیٰ کہ مولا کے سامنے بھی اپنی متانت اور
سنجیدگی کو بطور کامل محفوظ رکھا۔ یہ ایک عملی درس ہے کہ اپنی مشکلات کو جلد کسی
کے سامنے بیان مت کرو۔ جناب مقداد نے علیؑ جسے رؤوف امام کے سامنے بھی تین
مرتبہ کے اصرار کے بعد بھی اپنا حال بیان کیا۔

(۳) حضرت علیؑ نے جب مقدادؓ کو حواسباختہ دیکھا کہ پسینے میں شرابور ہیں تو اپنی
ساری تکلیف و پریشانی بھول کر مقدادؓ کے بارے میں فکر کرنے لگے اور جب مقدادؓ
کی دردبھری داستان سنی تو آنکھوں سے مسلسل اشک جاری ہوگئے۔ رہبران قوم کے
لئے یہ ایک عملی درس ہے کہ قاید و رہبر کو رعیت وزیردستان کے لئے ایسا رؤف ہونا
چاہیے۔

(۴) اس بحرانی کیفیت میں جبکہ کتنی مشکل سے ایک دینار ملا تھا لیکن مقدادؓ کی
کیفیت دیکھ کر اس کی پرواہ نہیں کی۔ اپنے بچوں کی فکر چھوڑ کر وہ دینار مقدادؓ کے
حوالے کر دیا۔

(۵) رعایت آداب :.... حضرت علیؑ نے تمام گفتگو میں جناب مقداد کو بھائی کہا اور
جناب مقدادؓ نے خلیفہ و وصی سے خطاب کیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول
اسلامؐ کی زندگی ہی میں جناب مقدادؓ حضرت علیؑ کی وصایت وخلافت پر بھرپور
یقین رکھتے تھے۔ اس میں شمہ برابر بھی شک نہیں تھا۔

(۶) جناب مقدادؓ کے ساتھ نیکی اس خدا کو اتنی بھائی کہ فوراً اپنے رحمت لقب حبیب کو
وحی کر دی اور مقدادؓ و علیؑ کے حوالے سے آگاہ کر دیا۔

(۷) حضرت علیؑ نے فاطمہؑ جیسی اپنی شریک حیات کو تعجب خیز نگاہوں سے دیکھا۔ اس
سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہر مسلمان کو گھر میں آئی ہوئی غذا سے باخبر رہنا چاہیے۔ علیؑ

---

(۱) آیت ۔ ۳۷ ۔ سورۂ آل عمران ترجمہ فرمان علی صاحب

(۲) بحار الانوار، مطبوعہ قدیم ۔ ج ۔ ۹ ۔ ص ۔ ۱۹۷

کے گھر میں حرام کا امکان نہ تھا لیکن یہ ہمارے لئے درس ہے کہ ہم گھر میں دریافت کرتے رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مشکلات کے وقت میں کوئی مشکل سے فائدہ اٹھانہ لے۔

مقدادؓ کے فضائل

علامہ باقمامی علیہ الرحمہ جناب مقدادؓ کے بارے میں لکھتے ہیں! جناب مقدادؓ کا وجود مجسمۂ فضایل و مناقب تھا۔ سابق الاسلام مہاجر، فی سبیل اللہ علم، استقامت، شجاعت، نجابت، جناب مقدادؓ کے فضائل کا ایک حصہ ہے۔ ہم یہاں بطور نمونہ چند حدیثوں کو ذکر کریں گے۔ جو جناب مقدادؓ کی جانبازی و وفاشعاری پر گواہ ہونگی۔

(۱)...... امام صادقؑ فرماتے ہیں مقدادؓ کا درجہ مسلمانوں میں وہی ہے جو قرآن میں (الف) کا مقام ہے کہ وہ کس سے ملحق نہیں ہے (۲) یعنی جس طرح الف کوئی حرکت قبول نہیں کرتا اور تمام حالتوں میں ایک جیسا ہوتا ہے اسی طرح مقدادؓ بھی تمام حالتوں میں ایک جیسے تھے۔ حالات ان پر اثرانداز نہیں ہوتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔ شاید اس کا مقصد یہ ہوا کہ بعض صفات میں مقدادؓ بے نظیر تھے۔ بنابریں سلمانؓ کی مقدادؓ سے ایمانی برتری جو حدیثوں میں موجود ہیں اس حدیث سے منافات نہیں رکھتی ہیں۔

(۲) بریدہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا کہ رسول اسلام ﷺ نے فرمایا خداوند عالم نے مجھے چار لوگوں سے دوستی کا حکم دیا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ

(۱) حمزہ و الف میں فرق یہ ہے کہ لفظ کے اول، درمیان اور آخر میں واقع ہوتا ہے اور اعراب قبول کرتا ہے۔ جیسے۔ اُحل، سَل، مِنۡ، لیکن، الف حرکت قبول نہیں کرتا۔ جیسے قال،

(۲) بحارالانوار، ج ۲، ص ۷۷۹، منتخب التواریخ، ص ۳۲۔

افراد کون ہیں۔ آپ نے تین بار فرمایا، علیؑ انہیں سے ایک ہیں۔ اور دوسرے تین افراد، ابوذرؓ، سلمانؓ اور مقدادؓ ہیں۔ (۱)

(۳)..... امام صادقؑ نے فرمایا وہ لوگ جو پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد راہِ خدا سے منحرف نہ ہوئے انسے دوستی واجب ہے۔ اسکے بعد آپ نے چند افراد کے اسمائے گرامی کا ذکر فرمایا ان میں سے سلمانؓ ابوذرؓ اور مقدادؓ بھی تھے۔ (۲)

(۴) حضرت علیؑ نے فرمایا خداوند عالم نے سات افراد کی خاطر دنیا خلق کی جنکا رہبر، امام میں ہوں۔ لوگ انہیں کے طفیل میں رزق پاتے ہیں۔ انکی کمک و نصرت ہوتی ہے۔ کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں۔ یہ افراد ابوذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ، حذیفہؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ ہیں۔ انہیں لوگوں نے جناب فاطمہ الزہرا کے جنازہ پر نماز پڑھی تھی۔ (۳)

فقیہ عالی مقام علامہ مامقانی اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں 'مقصد یہ ہے کہ فائدہ زمین اس وقت (نہ از ابتدائے خلقت تا انتہائے خلقت) ان افراد کا مقدر تھا جنہوں نے صدیقہ کبریٰ فاطمۃ الزہراؑ کے جنازے پر شرکت فرمائی۔

(۵) انس ابن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اسلام ﷺ نے فرمایا جنت میری امت کے چار افراد کی مشتاق ہے۔ آپ کی ہیبت و شکوہ نے منہ پر تالے لگادیے۔ اور میں ان افراد کا نام نہیں پوچھ سکا۔ ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسول اسلام ﷺ سے پوچھے کہ وہ چار افراد کون ہیں۔ ابوبکر نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس میں میرا نام نہ ہو اور بنو تمیم والے میری برائی کرنے لگیں۔ عمر کے پاس گیا اور کہا تم پیامبرؐ سے سوال کرو، انہوں نے جواب دیا مجھے ڈر ہے کہ میں اس میں نہ ہوں اور قبیلۂ بنی عدی میری ملامت کریں۔ عثمانؓ کے پاس گیا اور کہا کہ تم اس بارے میں رسول خدا ﷺ سے سوال کرو۔ کہنے لگے میں ڈرتا ہوں کہ میرا نام اس میں نہ ہو اور بنی امیہ میری سرزنش کریں۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کے پاس گیا۔ آپ اپنے باغ میں کوئیں سے پانی کھینچ رہے تھے۔ میں نے عرض کی رسول خدا

پوچھا! آپ کا نام کیا ہے عرض کی! مجھے مقدرہ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کے نام کی مناسبت کیا ہے۔ جواب دیا۔ میں مقدادؓ کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ دوسری سے سوال کیا اور تمہارا کیا نام ہے؟ جواب دیا! ذرہ۔ نام کی مناسبت پوچھی تو جواب دیا کہ میں ابوذرؓ کیلئے خلق کی گئی ہوں۔ اور تیسری سے جب پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تو عرض کی میرا نام سلمہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس نام کا کیا سبب ہے۔ جواب دیا میں سلمانؓ کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ اسکے بعد مجھے چند کھجوریں اور خرمے دے۔ جو برق سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھے۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ فاطمۃ الزہرا نے ان کھجوروں میں سے ایک کھجور مجھے دی۔ اور فرمایا آج رات اس کھجور سے افطار کرنا اور کل اسکی بیج لیتے آنا۔ میں نے کھجور لیا اور بیت الشرف سے باہر نکل گیا۔ جسکے پاس سے گذرتا تھا یہی کہتا تھا۔ سلمانؓ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے پاس مشک ہے۔ میں یہی کہتا تھا۔ ہاں۔ یہاں تک کہ شب ہوگی اور میں نے اسی کھجور سے افطار کیا لیکن اس میں بیج نہ تھی۔

(۸) انسؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک شخص کی آواز سنی جو باآواز بلند قرآن پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس شخص کی صدا ہے جو تایب (توبہ کرنے والا متوجہ بہ خدا ہے۔ پھر ایک دوسری آواز بھی سنی کہ باآواز بلند قرآن پڑھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اسکا قرآن پڑھنا ازروے حقیقت نہیں۔ تحقیق کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ شخص کہ جسکے قرآت قرآن کی مدح رسول اسلام ﷺ نے فرمائی تھی وہ مقدادؓ ہیں۔ (۱)

(۹) امام صادقؑ سے نقل ہے کہ ایمان کے دس درجے ہیں۔ مقدادؓ آٹھویں۔ سلمانؓ نویں اور ابوذرؓ دسویں درجہ پر فائز ہیں۔ (۲)

(۱) حیات القلوب، جلد دوم ص ۷۶۸۔ اس مضمون کی روایات حدیث کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں مثلاً بحار الانوار جلد دوم ص ۷۴۹ بہ نقل خصال صدوق۔ (۲) حیات القلوب۔ جلد دوم۔ ص۔ ۸۸۵ بہ نقل اختصاص۔
(۳) قاموس الرجال جلد نہم۔ ص۔ ۱۱۱

(۱۰) قرآن میں مقدادؓ کے فضائل

قرآن مجید میں چند آیتیں ہیں جو مقدادؓ اور انکے ساتھیوں کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ چند آیتوں کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔

آیت اوّل۔ وَالسّٰبِقُونَ الاَ وَّلُونَ مِنَ المُهٰجِرِينَ وَالاَ نصارِ وا لزينَ اتّبعوُ هُم بِاِ حسانٍ رَضيَ اللّهُ عَنهُم وَ رَضو اعَنهُ واعَدَّ لهم جنّتٍ تجری من تحتها الاَ نهٰرُ خٰا لِدينَ فيهآ اَبَداً ذٰلكَ الفوزُ العظِمُ۔

(۳) اور مہاجرین و انصار میں سے ایمان کی طرف سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیک نیتی سے (قبول ایمان میں) انکا ساتھ دیا خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے خوش اور انکے واسطے خدا نے وہ ہرے بھرے باغ جنکے نیچے نہریں جاری ہیں تیار کر رکھے ہیں اور ھمیشہ ابدالآباد تک ان میں رہینگے۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا یہ وہ برجستہ افراد ہیں۔ مانند سلمانؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ، عمار۔ جنہوں نے ولایت قبول کی اور محبت علیؑ کے دلدادہ ہوگے۔ (۱)

آیت دوم: اِن الّزِينَ امَنُوا وَ عمِلُو اا لصّٰلحٰتِ كَا نت لَهُم جنّٰتُ الفِردوسِ نُزُلاً (۲) (بیشک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے انکی مہمان نوازی کے لئے فردوس بریں کے باغات ہونگے۔ جن میں وہ ھمیشہ رہیں گے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ، مقدادؓ۔ سلمانؓ ۔ عمارؓ اور ابوذر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (۳)

آیت سوم:

اِنّما المؤمِنُونَ الزينَ اِذَا ذُ كِرَ اللّهُ وَجِلَت قُلُو بهُم وَ اِذَا تُلِيتَ عَلَيهِم ايتهُ زَادَ تهم اِيما ناً وَّ علیٰ رَبِهِم يتو كّلُنَ۔ ۴

(سچے ایمان دار تو بس وہی لوگ ہیں کہ جب انکے سامنے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے

دل دہل جاتے ہیں اور جب انکے سامنے اسکی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو انکے ایمان کو اور بھی زیادہ کردیتی ہیں" اور وہ لوگ بس اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا یہ آیت علیؑ، ابوذرؓ۔ سلمانؓ اور مقدادؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔(۵)

(۱۱) امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا لوگون کے درمیان حذیفہ یمانی حلال و حرام کے مسلے میں بیناترین فرد ہیں۔ عمار کا شمار سابقینِ اسلام میں ہوتا ہے۔ مقدادؓ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اپنے کام کو بہت کوشش اور لگن کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ ہر چیز کا ایک ھیرو اور قہرمان ہوتا ہے۔ قہرمان قرآن عبداللہ بن عباس ہیں۔(۶)

(۱۲) اگرچہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اوائلِ ھجرت میں عقد مواخات کے موقع پر رسولِ اسلامؐ نے مقدادؓ اور جبار ابنِ صخر کے درمیان بھائی چارگی قایم کی تھی۔ لیکن دوسری روایتون سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولِ اسلامؐ نے عبداللہ ابنِ رواحہ کے ساتھ مقدادؓ کا پیغامِ اخوت باندھا تھا۔ اگر اس روایت کو قبول کیا جاے اور اس بات کو مدِ نظر رکھا جاۓ کہ رسولِ اسلامؐ نے بھائی چارگی کے وقت تناسب کا خاص خیال رکھا تھا۔ اور سمجھ بوجھ کر ایک دوسرے کو بھائی بنایا تھا۔ تو اس سے مقدادؓ کی شخصیت اور نکھرتی ہے۔ اس لئے کہ عبداللہ ابنِ رواحہ تاریخ کا وہ مجاہد ہے جس نے بھاگتے ہوۓ لشکر کو اپنی آتشی تقریر سے دوبارہ میدانِ

(۱) بحار الانوار۔ جلد ۶۔ ص۔ ۷۵۰۔ (۲) سورہ کہف آیت نمبر ۱۰۷۔ ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب۔ (۳) حیات القلوب۔ جلد۔ دوم۔ ص ۲۲۴۔ بحار الانوار۔ جلد ۶۔ ص۔ ۷۴۹۔ (۴) سورہ انفال آیت نمبر ۲۔ ترجمہ فرمان علی صاحب۔ (۵) بحار الانوار۔ جلد ۶۔ ص۔ ۷۴۹۔ (۶) منتخب التواریخ۔ ص۔ ۳۱

جنگ میں لا کھڑا کیا۔ جنگِ موتہ میں رسولِ اسلامؐ نے عبداللہ بن رواحہ کو تیسرا کمانڈر بنایا تھا۔ اس جنگ میں کفّار کی طاقت سے جب مسلمان ضعف محسوس کرنے لگے تو یہ عبداللہ ہی تھے جنہوں نے اپنی آتشی تقریر سے فوج میں روحِ توانائی پھونک دی۔(۱)

(۱۳) مامون نے امام رضاؑ سے درخواست کی کہ خلاصہ اسلام اور اس کے احکام لکھ کر بھیجیں۔ حضرت نے اسکی درخواست کو قبول فرمایا اور آدابِ اسلام کے ضمن میں میں تحریر فرمایا۔ شرایط ایمان و اسلام حقیقی میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امیر المومنین علیؑ سے دوستی رکھی جاۓ اور ان سے بھی دوستی رکھی جاۓ جو اسی راہِ شیوۂ رسالت پر گامزن تھے اور کبھی بھی اس راہ کو تبدیل نہیں کیا اور کسی موقع پر بھی کج نہ ہوۓ۔ جیسے، سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ۔ حذیفہؓ۔ ابی ہیثمؓ۔ ابی سعیدؓ خدا وندِ عالم ان سے خوش ہو اور ان پر اپنی رحمتیں نازل فرماۓ۔ اسی طرح ایمان کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان سے بھی دوستی کی جاۓ جو ان کے پیرو ہیں۔ اور اسی راہِ ہدایت پر چل رہے ہیں جن پر وہ گامزن تھے۔ خدا وندِ عالم ان لوگوں سے خوش ہو۔(۲)

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مقدادؓ فضیلت کے اس مقام پر ہیں جس کے سامنے کوہِ ھمالیہ بھی بونا دیکھائی دیتا ہے اور منزل یہاں تک پہونچی کہ ان سے دوستی اور انکے پیروان سے دوستی بزبان امام، ہشتم شرطِ ایمان قرار پائی۔

(۱) اعلام الوری۔ ص ۶۴۔ حیات القلوب۔ جلد۔ دوم۔ ص۔ ۶۲۵

(۲) عیون اخبار الرضا۔ جلد۔ دوم۔ ص۔ ۱۲۶۔ باب، ۲۵

☆☆☆☆☆

وہ روایتیں جو مقدادؓ سے نقل ہیں

مقدادؓ کے حوالے سے بہت ساری روایتیں پیغمبر اسلام ﷺ سے نقل ہیں جنکو علمائے تسنن اور شیعہ دونوں نے نقل فرمایا ہے۔ بہ عنوان نمونہ چند روایتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) بہ نقل استیعاب۔ مقدادؓ کا قول ہے کہ خدا کی قسم میں کسی کے لئے گواہی نہیں دے سکتا کہ وہ اہلِ بہشت ہے مگر اسکی موت کے وقت میں یہ جان لوں کہ وہ کس حال میں دنیا سے اٹھا ہے۔ اس لئے کہ میں نے نبیؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ فرزندِ آدم کا دل اس پانی کی طرح ہے۔ جو کسی دیگچی میں رہتا ہے جو جوش ہونے کے وقت ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتا رہتا ہے۔ (یعنی اس طرح انسان کا اک دل بھی پل میں تولہ ہے تو پل میں ماشا)

(۲) احمد بن حنبل مقدادؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مقدادؓ نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ آئے تو پیغمبر ﷺ نے ہمکو ۱۰ آدمیوں کے گروہ میں تقسیم کر دیا میں ان دس افراد میں تھا۔ جنمیں خود پیغمبر اسلام ﷺ تھے اس وقت شیر گوسفند (بھیڑ کے دودھ) کے علاوہ ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ (۱)

(۳) بنقل سلیم ابنِ قیس عامر مقدادؓ سے نقل ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے پیمبر سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سورج لوگون سے اتنا نزدیک ہو جائے گا کہ ایک میل یا دو میل سے زیادہ کا فاصلہ نہ ہوگا۔ لوگ دھوپ کی شدت سے پسینہ میں ڈوبے ہوں گے اور اپنے اعمال کے اعتبار سے آفتاب کی گرمی سے

---

(۱) قاموس الرجال جلد ۹۔ ص ۱۱۴۔ (۲) سورہ توبہ آیت نمبر ۴۰۔ (۳) سورہ یونس۔ آیت نمبر ۶۲۔

متاثر ہونگے۔ بعض افراد پیٹھ کیطرف سے اور بعض زانو اور بعض گلے سے پکڑے جائیں گے۔ اور بعضوں کے منہ میں لگام لگائی جائے گی اور یہ کہتے ہوئے پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا، سلیم کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ میل کے کیا معنی ہیں؟ آیا میل مسافت ہے جو ایک فرسخ کا تیسرا حصہ ہوتا ہے۔ یا میل سے مراد سرمہ دانی کی تیلی ہے کہ جس سے سرمہ لگایا جاتا ہے اس لئے کہ عرب میں قریب کو ثابت کرنے کے لئے سرمہ دانی اور اسکی تیلی کی مثال دی جاتی ہے۔ اگر ایسا ہے کہ سورج اتنا قریب ہو جائیگا تو بس اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میرا پروردگار اس روز بطفیل روزِ عاشورہ اور عطشِ فرزندان و اصحاب کرام حسینؑ اس گرمی سے محفوظ رکھے۔ یہ نمونہ مشتے از خروار ہے۔ بقولے بعض محدثین مقدادؓ سے ۴۸ اڑتالیس روایتیں منقول ہیں۔

ہمراہانِ پیامبر

اگر چھوٹا شخص بڑے آدمی کے ساتھ رہتا ہے تو فخر محسوس کرتا ہے کہ فلاں کے ساتھ رہتا ہوں اور اگر بزرگ فرد کی قابلیت دیکھتے ہوئے اسے ہمیشہ ساتھ رکھے تو اس شخص کی زندگی کا بہترین پہلو ہوگا اور اسکی فضیلت میں شمار ہوگا۔ رسولِ اسلام ﷺ کی ذات والا صفات ایسی فضیلت کی حامل ہے کہ اسکا اندازہ فکرِ بشری سے کوسوں دور ہے اگر کسی کو رسولِ خدا کی ہمراہی اور معرفت کا شرف مل جائے تو ضرور بالضرور یہ مقامِ فخر ہے۔

یوں تو تاریخ میں ھمراہانِ رسول اکرم ﷺ کی طویل فہرست موجود ہے اور بعض تو ایک ہی بار کی معیت پر اپنی فضیلت ان پر جتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو اٹھتے، بیٹھتے سوتے جاگتے سفر و حضر، رزم و بزم تنگ دستی و تونگری تمام مواقع پر رسولؐ کے ساتھ رہے اور جن کو ایک بار معیت کا موقع ملا اور وہ بھی

کیسا موقع کہ خود رسولِ خدا ﷺ کو شک ہوا کہ کافر کوئی آرہا ہے۔ لیکن جب نزدیک آئے تو معلوم ہوا کہ کون ذاتِ شریف ہے۔ اور جو ساتھ رہنے کا ایک حسین موقع فراہم ہوا تو اس میں بھی ڈانٹ پھٹکار کے مستحق ہوگئے اور قرآن نے رسول ﷺ سے صاف صاف کہلوا دیا کہ ڈرو نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔

'لا تحزن ان اللہ معنا' (۲) جبکہ اولیاء الٰہیؑ کی شان تو یہ ہے کہ 'الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون' (۳)۔ لیکن وہ تو اپنا کریڈٹ بنانا تھا۔ کہ ہم بھی بُرے وقت میں رسولؐ کے ساتھ رہے۔ لیکن کہاں چھپتی ہے چھپائے اس ڈانٹ اور پھٹکار کے باوجود تاریخ کے زر خرید مورخ اس معیت کو اتنی فضیلت بنا کر پیش کرتے ہیں۔ جس طرح عثمان صاحب کے قتل کے بعد قصاص خونِ عثمان کے لئے ان کا کرتا بلند کیا گیا تھا۔ یہ افراد بھول گئے کہ تاریخ میں ایسے ایسے ھمراہان بھی موجود ہین جنہوں نے بُرے وقت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا جس وقت سب کے پاؤں میدانِ جنگ سے اکھڑ گئے تھے اور نہ فقط یہ موقع بلکہ تاریخ نے بھی اس موقع کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا جب معیت کا بڑے بڑے دعوےٰ کرنے والے تاریخ کے قوی الھیکل افراد جنکو اپنے ھیکل پر ہی ناز تھا اور لنا کے لام بننے میں بڑی فضیلت محسوس کرتے تھے۔ سب کے سب نعشِ نبیؐ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بچے وہی جو ہمیشہ بُرے وقت میں ساتھ رہے۔ یعنی علیؑ۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ اور کچھ دیگر افراد۔ ظاہر سی بات ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی ھمراہی پر فخر کریں تو زیب دیتا ہے۔ مقدادؓ کی ذات کا ایک حسین پہلو ھمراہیٔ رسولِ خدا ﷺ ہے۔ جس پر ہر مومن کو فخر ہوتا ہے۔ لنا کی ہمراہی میں یہی فرق ہے کہ انکو اور انکے ساتھیوں کو رسولؐ نے اپنے ہمراہ رکھا تھا۔ اور دوسرے اپنے تاریخ میں اپنا نام ثبت کرانے کے لئے ساتھ ہوگئے تھے۔ واضح ہے کہ جس میں رسولؐ قابلیت محسوس کرکے اپنے ساتھ رکھیں اسکی فضیلت و مقام آسمان و زمین بلکہ اس سے زیادہ کا فرق ہوگا۔ جو اپنا کریڈٹ بنانے کے لئے

ساتھ ہو جائے بلکہ ایسوں سے موازنہ ہی بیکار ہے۔

(چه نسبت خاك را به عالم پاك)

مقدادؓ ہمیشہ رسولِ اسلام ﷺ کے ساتھ رہے اس کے لئے تاریخ سے دو نمونہ آپ کیلئے پیش ہیں۔

(۱) شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جب جعفر ابنِ ابی طالب حبشہ سے تشریف لائے تو ایک ظرف میں ایک مخصوص قسم کا عطر جسے غالیہ کہتے ہیں۔ جسے بھر کر اور ایک قطیفہ (مخملی چادر) بھی بعنوان تحفہ پیغمبر ﷺ لائے۔ پیغمبر، اسلام ﷺ نے فرمایا یہ قطیفہ (مخملی چادر) اسے دوں گا جسکو خدا اور رسول ﷺ دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی خدا اور رسول ﷺ کا دوست دار ہے۔ اصحاب اسی فکر میں تھے کہ دیکھیں یہ فضیلت کسے ملتی ہے۔ اسی اثناء میں پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت علیؑ کے بارے میں دریافت فرمایا تو عمارِؓ یاسر فوراً حضرت علیؑ کی تلاش میں نکل گئے اور ان کو حضرت کی خدمت میں لے آئے۔ پیغمبر ﷺ نے وہ قطیفہ (مخملی چادر) حضرت علیؑ کے حوالے کر دیا۔ حضرت علیؑ اس کو مدینہ کے بازار میں لے گئے اور اسے ھزار مثقال سونے میں فروخت کر دیا اور تمام مال مہاجر و انصار میں جو تنگ دست تھے انکے درمیان تقسیم کر دیا اور اس میں سے شمہ برابر بھی اپنے گھر نہ لے گئے۔ دوسرے دن پیغمبر اسلام ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ حضرت علیؑ سے ملے اور فرمایا جو ھزار مثقال سونا آپ نے پایا ہے اس میں سے ہم لوگوں کی آج مہمانی کیجیے۔ حضرت علیؑ تو تہی داماں تھے۔ سونے کا ایک ٹکڑا بھی موجود نہ تھا۔ لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کی فرمایش کو بھی رد نہیں کر سکتے تھے۔ شرم و حیا کی حالت میں عرض کی جیسا آپ کا حکم۔ آئے تشریف لایئے گھر چلتے ہیں۔ حذیفہ کہتے ہیں میں رسولؐ کے چار اصحاب۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ و عمارؓ کے ساتھ بیت الشرف میں داخل ہوئے۔ جب ہم مہمانوں کے کمرے میں بیٹھے تو حضرت علیؑ خوش آمدید کہتے ہوئے اپنی زوجہ

محترمہ کے پاس تشریف لے گئے۔ تاکہ کھانے کا بندوبست کر سکیں۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ حجرے میں ایک ظرف پر از طعام موجود ہے جس سے بخار نکل رہا ہے۔ اور اسکی خشبو نے تمام حجرے کو معطر کر دیا ہے۔ حضرت وہ کھانا ہمارے لئے لائے۔ ہم سبھوں نے اس لذیذ کھانے کو نوش فرمایا لیکن وہ کھانا نہ کم ہوا اور نہ زیادہ۔ اسکے بعد رسولِ اسلام ﷺ اپنی دختر نیک اختر فاطمہ زہراؑ کے پاس گئے اور فرمایا۔ میری عزیز بیٹی یہ کھانا کہاں سے آیا۔ (حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم باپ بیٹی کی گفتگو سن رہے تھے)۔ فاطمہؑ نے عرض کی بابا یہ کھانا خدا کی طرف سے آیا تھا۔ خدا جسکو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے وہ دیکھ لیا جو ذکریاؑ نے مریمؑ کے لئے مشاہدہ کیا تھا اور وہ بہشتی دستر خوان ہے۔ (۱)

قارئین گرامی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس حدیث میں بھی مقدادؓ ہمراہانِ رسولِ خدا ﷺ میں سے ایک ہیں۔ جنکو یہ شرف ملا کہ طعام بہشتی نوش فرمایں کیا کسی تاریخ میں معیت کی فضیلت ثبت کرانے والے کو یہ فضیلت میسّر ہوئی ہے۔

(۲) جب سلمانؓ قافلہ کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں جانے لگے تو دیکھا کہ قافلہ والے دو پہر کے کھانے کے وقت بکری لاتے اور اسکو اتنا مارا کہ وہ مر گئی اور اسکا کباب بنایا اور سلمانؓ کو بھی کھانے کی دعوت دی لیکن سلمان نے نہیں کھایا۔ اسکے بعد شراب پینے لگے اور سلمانؓ سے بھی پینے کو کہا۔ لیکن سلمانؓ نے انکار کر دیا۔ ان لوگوں کے اسرار کے باوجود سلمانؓ نے شراب پینے سے انکار کر دیا۔ آخر کار اذیت و آزار کے بعد ڈرلیا کہ اگر نہیں پیا تو مار ڈالیں گے۔ سلمانؓ نے جان بچانے کے لئے ایک مشورہ انہیں دیا کہ آپ لوگ مجھے اپنا غلام بنالیں

(۱) اقتباس از تفسیر جامع جلد ۱۔ ص ۴۳۔

اور پھر مجھے بیچ دیں اور اسکی قیمت سے استفادہ کریں لیکن مجھے شراب پینے پر مجبور نہ کریں۔ ان ادیاشوں نے اس مشورہ کو قبول کر لیا اور سلمانؓ کو ایک یہودی کے ہاتھوں بیچ دیا۔ جب یہودی کو یہ معلوم ہوا کہ سلمانؓ دلدادہ پیمبر ﷺ ہیں تو بے حد اذیت پہنچانے لگا اسکے گھر کے صحن میں مٹی اور ریگ کا ایک بہت بڑا ٹیلہ موجود تھا۔ ایک رات سلمانؓ سے کہنے لگا کہ صبح تک ان مٹیوں کو باہر پھینک دینا نہیں تو تمہیں قتل کر دوں گا۔ سلمانؓ نے اپنی طاقت کے اعتبار سے جہاں تک ہو سکا مٹی کو باہر پھینکا لیکن جب رات کے آخری حصہ میں دیکھا تو ملاحظہ کیا کہ ابھی تو کچھ بھی نہیں پھینکا ہے اور تمام مٹی کا صبح تک پھینکنا انکی قدرت سے باہر ہے۔ اپنے ہاتھ کو درگاہِ ایزدی میں بلند کیا اور خدا کو اس عشق کا واسطہ دیا جو انکے دل میں پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے تھا۔ کہ ان کے اوپر رحم کرے۔ خدا نے بھی بطفیلِ حضرت ختمی مرتبت ﷺ جنابِ سلمانؓ پر عنایت فرمائی۔ ایک تیز ہوا کے جھونکے نے تمام مٹی کو گھر کے باہر پھینک دیا۔ صبح، صاحبِ خانہ نے یہ حالت دیکھی کہ ریگ زاروں کا اصلاً پتہ ہی نہیں ہے۔ تو بہت تعجب ہوا اور جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو کہنے لگا کہ تو جادوگر ہے۔ مجھے خوف ہے کہ تمہارے جادو سے یہ شہر تباہ و برباد نہ ہو جائے سلمانؓ کہتے ہیں کہ وہ مجھے شہر کے باہر لے گیا اور قبیلہ سلیم کی ایک خاتون کے ہاتھوں بیچ دیا اس عورت نے مجھ پر بہت احسان کیا۔ ایک بہت بڑا باغ تھا۔ مجھے اس کا باغباں بنا دیا اور کہا کہ یہ باغ تمہارے اختیار میں ہے۔ تم اس باغ کی تمام چیزوں سے استفادہ کر سکتے ہو۔ یہاں تک کہ کسی کو بخش بھی سکتے ہو اور صدقہ بھی دے سکتے ہو۔ ایک مدت تک اس باغ میں رہا ایک روز دیکھا کہ سات افراد (۱) باغ کی طرف آرہے ہیں اور بادل انکے سروں پر سایہ فگن ہے تاکہ وہ لوگ آفتاب کی گرمی سے محفوظ رہ سکیں میں نے اپنے دل میں کہا تھا پیغمبر ﷺ ان لوگوں کے درمیان موجود ہیں ورنہ بادل انکے سروں پر سایہ فگن نہ ہوتا جب وہ لوگ باغ میں تشریف لائے تو میں صاحبِ باغ کے پاس آیا

اور مہمانوں کیلئے ایک طبق خرمہ کی فرمائش کی۔ ایک طشت کے جائے اس نے چھ، ٦ طشت خرمہ مجھے دیدے۔ ان میں سے ایک طشت مہمانوں کے پاس لیکر آیا اور صدقہ کی نیت کرلی اور اپنے دل میں کہاکہ اگر ان میں سے کوئی نبی ہوگا تو صدقہ نہیں کھائے گا۔ اس طشت کو ان لوگون کے پاس رکھا اور یہ کہا کہ یہ صدقہ ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ نوش فرمایئے۔ لیکن خود۔ حمزہؓ۔ علیؑ و جعفرؓ و عقیلؓ نے نہیں کھایا۔ مقدادؓ زید ابن حارثہ اور ابوذرؓ کو کھانے کی اجازت دیدی اپنے دل میں کہا یہ دوسری ملاقاتِ پیغمبری ہے پھر صاحبِ باغ کے پاس گیا اور اس سے ایک طشت خرمہ مانگا اسنے پھر ایک طشت کے عوض ٦، ٦ طشت عنایت فرمایے۔ ایک طشت بہ نیت حدیہ ان لوگوں کی خدمت میں حاضر کیا اور عرض کی کہ یہ تحفہ ہے نوش فرمایئے۔ سب لوگوں نے اس میں سے کھایا میں نے اپنے دل میں کہا یہ بھی ایک علامتِ پیغمبری ہے۔ اسکے بعد میں اس فکر میں تھا کہ آخر ان سات لوگوں میں سے کون پیغمبر ہے۔ ان لوگون کے درمیان گھومنے لگا اور اسی فکر میں تھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ میری طرف متوجہ ہوگے۔ سوال کیا مہرِ نبوّت دیکھنا چاہتے ہو، میں نے عرض کی کہ ہاں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے دوشِ مبارک سے پیراھن ہٹادیا اور میں نے دیکھا کہ آپکے شانے پر مانندِ مہر جس پر کچھ بال بھی ہیں ایک علامت موجود ہے۔ (یہ دیکھتے ہی) میں حضرت کے قدموں پر گر گیا اور آپ کے قدموں کو چومنے لگا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھ سے فرمایا' اے روزبہ 'اس باغ کے مالک کے پاس جاؤ اور کہو کہ محمد بن عبداللہ کہہ رہے ہیں کہ اپنے غلام (یعنی مجھکو) مجھ سے بیچ دو میں گیا اور یہی میں نے عرض کی۔ صاحبِ باغ نے کہا کہدو کہ اس غلام کو چار سو (٤٠٠) درخت خرمہ کے عوض بیچونگا۔ جسکا آدھا حصہ سرخ اور آدھا حصہ زرد ہو میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس آیا اور واقعہ سنادیا۔ آپ نے فرمایا یہ تو بہت آسان سی شرط ہے۔ علیؑ کو حکم دیا کہ وہ گٹھلیں جو وہاں پڑی ہیں جمع کریں اور بو دیں۔ حضرت نے ان بیجوں کو جمع کیا

اور بو دیا اور پانی ڈال دیا ابھی آخری بیج بو ہی رہے تھے کہ پہلی بیج سبز ہو گی اور اتنا تناور درخت خرمہ میں تبدیل ہو گی اور اسی طرح دوسری گٹھلیں بھی تناور درختوں میں تبدیل ہو گئیں۔ تب حضرت نے مجھ سے کہا جاؤ صاحبِ درخت سے کہو کہ وہ اپنے چار سو (٤٠٠) درخت لے لیں اور اپنے غلام کو مجھے دیدیں۔ میں گیا اور یہی کہا۔ میرا مالک آیا اور ان درختوں کو دیکھا اور بول پڑا، خدا کی قسم میں اس غلام (میری طرف اشارہ کیا) کو اس وقت تک نہیں بیچوں گا جب تک ان درختوں میں زرد خرمے نہ آجائیں۔ جبرئیل آے اور اپنے پرون کو درختوں پر ملا۔ تمام درخت زرد خرموں میں بدل گے۔ جب میری ملکن کی خواھش پوری ہو گی تو کہا خدا کی قسم ان درختون میں سے ایک درخت میرے نزدیک تم سے اور محمدؐ سے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ محمدؐ کے ساتھ ایک روز زندگی بسر کرنا میرے نزدیک تم سے اور تمہاری ساری ثروت سے بہتر ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھے خرید کر آزاد کر دیا۔ اور فرمایا، آج سے اپنانام سلمانؓ رکھو(١)

ناصرِ امامِ زماں

کون عاشقِ امام زمانہ ہو گا جسکے دل میں یہ تمنا نہ ہو گی کہ وہ یار و انصارِ امام زمانہؑ میں شمار ہو۔ مفاتیح الجنان میں تو اس سلسلے میں ایک دعا بنام دعاے عہد بھی موجود ہے۔ جسکو اگر کوئی چالیس دن تک نمازِ صبح کے بعد پڑھے تو اگر مر بھی جایگا تو قبر سے اٹھایا جایگا اور امام زمانہ کے ناصروں میں شمار ہو گا۔ خداوند عالم ہر دوستدارِ آلِ

(١) بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سات افراد پیغمبرؐ۔ علیؑ۔ حمزہؓ۔ عقیلؓ۔ مقدادؓ۔ زید ابنِ حارثہؓ اور ابوذرؓ ہیں۔ یہ سات افراد ایسے نازک موقع پر آے اور سلمانؓ کو آزاد کرا کے لے گے آپ ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ ھر اہانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ میں سے ایک مقدادؓ بھی ہیں۔

محمدؐ کو توفیق دے کہ وہ منتقم خونِ حسینؑ حضرتِ حجت ؑ کے ہمراہ دشمنوں کا قلع قمع کرے۔ یہ ہماری دعائیں ہیں اس کو خدا انشاءاللہ قبول کریگا۔ لیکن بعض افراد ایسے ہیں جنکے لئے امام جعفرِ صادقؑ نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ امامِ زمانہ کے لشکر کے کمانڈر ہونگے۔ ان میں سے ایک جنابِ مقدادؓ بھی ہیں۔ اور یہ مقدادؓ کی فضیلت کا بہت بڑا جز ہے۔

امام جعفرِ صادقؑ نے فرمایا کہ کوفہ کے پیچھے (نجف) سے ستائیس (۲۷) افراد حضرت قائمِ آلِ محمدؑ کے ساتھ ظہور کرینگے۔ ان میں سے پندرہ افراد اصحابِ موسیٰ میں سے ہونگے۔ جو ہدایت یافتہ ہونگے اور سات افراد اصحابِ کہف میں سے ہونگے اور بقیہ یوشع بن نونؓ۔ سلمانؓ۔ ابو دجانہؓ۔ مقدادؓ۔ مالکِ اشتر ہونگے۔ یہ افراد حضرت ولی العصرؑ کی خدمت میں بہ عنوان انصار اور کمانڈر ہونگے۔ (۲)

---

(۱) بحارالانوار۔ جلد۔ ششم۔ ص۔ ۲۵۷ مطبوعہ کمپانی۔

(۱) بحارالانوار۔ جلد۔ ۱۳۔ ص ۲۲۳۔ ارشاد مفید۔ ص۔ ۳۹۳۔ سفینۃ البحار جلد اوّل۔ ص۔ ۴۴۰

فصل دوم

مقدادؓ

اور

مسئلہ خلافت

و

ولایت

انسان شناسی

انسان کی زندگی جب یک رنگ ہوتی ہے تو اسے پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے۔ انسان کی شناخت زندگی کے نازک لمحوں میں ہوتی ہے۔ جب انسان کی زندگی میں نشیب و فراز آتے ہیں، مختلف حوادث اسکے دامنگیر ہوتے ہیں تب انسان کی شخصیت کا جوہر کھلتا ہے۔ حالات کی تبدیلی میں انسان کو پرکھنا اور اسکی حقیقت سمجھنا انسان شناسی کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولائے کائنات حضرت علیؑ نے فرمایا۔

(یمتحن عقول الرجال فی الثلاثۃ فی المال و الولایۃ والمصیبۃ
(۱) مردوں کی عقل تین موقعوں پر موردِ امتحان قرار پاتی ہے۔ (۱) مال میں (۲) مقام میں (۳) مصیبت میں۔ دوسرے لفظوں میں یوں بیان کیا جائے کہ انسان ثروت اندازی میں امتحان کی گھڑیاں گذارتا ہے کہ مال کیسے جمع کیا اور کیسے خرچ کر رہا ہے۔ اسی طرح مقام و مرتبہ میں پہچانا جاتا ہے کہ اس سے کیسے استفادہ کر رہا ہے۔ اور مصیبت و پریشانی کے وقت انسان کی آزمائش ہوتی ہے۔ کہ وہ ان سے کس طرح نمٹے، جو انسان تمام حالات میں اپنے دین کی حفاظت کرنے اور تمام نشیب و فراز میں اپنے خدا کو راضی رکھ لے حقیقتاً وہی انسان دیندار اور کامیاب کہے جانے کا حقدار ہے لیکن اکثر و بیشتر انسان زندگی کے پیچ و خم میں خود کو ہار جاتے ہیں۔ اور امتحان خداوندی میں کامیاب نہیں ہوتے ہیں۔ کتنے ایسے افراد ہیں جنکی خوبیوں کا چرچہ تھا ان کی شخصیتیں معروف تھیں۔ لیکن زندگی کے نازک لمحوں میں پاؤں میں لغزش آگئی اور

راہِ حق سے راہِ باطل میں گر پڑے۔ کتنے ایسے افراد ہیں جو دولت حاصل کرنے کیلئے مقام داؤں پر لگا دیتے ہیں۔ اور کتنے ایسے بھی ہیں جو مقام کا دولت سے سودا کر لیتے ہیں۔ پریشانیوں میں انکی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ زمین و آسمان، حتیٰ کائنات کے تقدس کی برائی کرنے لگتے ہیں۔ بعد از وفات پیغمبر اسلام ﷺ بحرانِ خلافت اسکی بہترین دلیل ہے۔ جسکے ذریعہ ہم تاریخ کی باشخصیت ہستیوں کو پہچان سکتے ہیں۔ اور تاریخ کے خوشنما اور بدنما کردار جو تاریخ کا ناسور ہیں بخوبی پہچان سکتے ہیں۔ اور اسی میں ہمارے ممدوح جناب مقدادؓ علیہ الاف التحیہ والسلام کی بھی کماحقہ شناخت ہو سکتی ہے۔ جنکی زندگی کو ہم اپنی حیاتِ عارضی کیلئے مشعلِ راہ بنا سکتے ہیں۔

فقط تین افراد

پیغمبر اسلام ﷺ نے اشاعتِ اسلام میں کتنی زحمتوں کا سامنا کیا اور یہ محنت و زحمت بار آور بھی ثابت ہوئی۔ انہیں زحمتوں کا نتیجہ تھا کہ رسولِ اسلام ﷺ کی زندگی کے اواخر مین گروہ در گروہ لوگ اسلام قبول کرنے لگے۔ اور روز بروز اسلام کی شان و شوکت میں چار چاند لگنے لگے تھے۔ یون تو پیغمبر اسلام ﷺ نے دعوت ذوالعشیرہ سے لیکر اپنی زندگی کے آخری لمحے تک حضرت علیؑ کی شناسائی کیلئے مختلف طریقوں کو استعمال کیا اور سب کے اذہان میں یہ بات محفوظ ہو چکی تھی کہ علیؑ ہی جانشینِ رسولؐ ہیں۔ حتیٰ کے رسولِ اسلام ﷺ کے زمانے میں ہی مومن و منافق کی شناخت کا بہترین آلہ ذاتِ والا صفات علی ابنِ ابی طالب تھی۔ لیکن اسکے باوجود اپنی زندگی کے آخری حج کے انجام دہی کے بعد خدا کی طرف سے مامور ہوئے کہ علی الاعلان میدانِ غدیر میں علیؑ کی ولایت و خلافت کا اعلان کر دیں۔ اور اس سے سرپیچی

کی صورت میں تمام محنتوں پر پانی پھیر دیا جائیگا۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی حکم کی
ایسی تعمیل کی کہ رہتی دنیا تک دنیا کا بچہ۔ بچہ اس سے واقف ہو جاے کہ علیؑ بعد از
رسول ﷺ خلیفہ بلا فصل ہیں۔

غدیر کا یہ واقعہ تمام مکہ و مدینہ، یمن و شام کی گلی کوچوں میں منتشر ہو گیا
اور ہر کی زبان پر یہی تھا کہ علیؑ خلیفہ رسول ﷺ ہو گئے۔ اس واقعہ کی حقانیت کس بامِ
عروج پر ہے یہ اس کتاب کا موضوع نہیں ہے۔ بہر حال متواتر سنی اور شیعہ
روایتوں سے غدیر ثابت ہے۔ شائقین حضرات الغدیر کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ جسکا اردو
ترجمہ بھی موجود ہے۔

رسولِ خدا ﷺ نے ۲۸، صفر ۱۱ھ میں وفات پائی۔ بناء بر وصیت
پیغمبر اسلام حضرت علیؑ نے تجہیز و تکفین کا کام انجام دیا۔ اس مصیبت کے موقع پر
ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ لوگ گروہ در گروہ خانہء بتولؑ پر تشریف لاتے اور تعزیت
پیش کرتے۔ حضرت علیؑ کی دلجوئی کرتے کہ تمام مسائل میں ہم آپ کے ساتھ
ہیں۔ لیکن افسوس رسولؐ کی نعشِ مبارک کو چھوڑ کر عمر صاحب کے بھکاوے پر سب
کے سب ثقیفہ نبی ساعدہ کی طرف دوڑ پڑے۔ اور خلیفہ واقعی سے بے اعتنائی کرتے
ہوئے دوبارہ جانشینی رسولؐ کا مسلہ چھیڑ دیا۔ آخر کار ابو بکر کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ جناب،
سلمان کہتے ہیں کہ (اس منظر کو دیکھنے کے بعد) ایسے موقع پر حضرت علیؑ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ حضرت علیؑ رسول خدا ﷺ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہیں۔
پھر حضرت نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے آمادہ ہوے۔ میں ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ حضرت
فاطمہؑ۔ حسنؑ و حسینؑ نے حضرت علیؑ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ اسکے بعد میں نے ثقیفہ
کی داستان حضرت کو سنائی۔ حضرت نے فرمایا۔ ان لوگوں نے کتنا جلدی رسولِ خداؐ
کو جھٹلا دیا۔ مطلب یہ تھا کہ ابھی غسل کا پانی بھی خشک نہیں ہو پایا ہے کہ پیامبر
اور انکی وصیتوں کو فراموش کر بیٹھے۔ اور ہوس، مادی دنیوی کے پیچھے ہوئے۔ بعد از

دفن جنازہ رسولِ خدا ﷺ حضرت گھر تشریف لے آئے اور لوگوں سے کنارہ کشی
اختیار کی۔(۱) ایسے نازک موقع پر مقدادؓ نے بھی سلمانؓ و ابوذر کے ساتھ حضرت
علیؑ کو تنہا نہیں چھوڑا اور ہوا و ہوس کے پوجاریوں کا ساتھ نہیں دیا۔ اسی بنیاد پر ابو
بکر حزرمی امام محمد باقرؑ سے نقل فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا۔ ارتد الناس ابعد
رسول اللہ الا ثلاثہ نفر۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ و مقدادؓ لوگ رسولِ اسلام ﷺ کے بعد
بجز تین افراد سلمانؓ ابوذرؓ و مقدادؓ کے مرتد ہو گئے تھے۔ (راوی کہتا ہے میں نے
عرض کی کہ آیا عمار یاسر جنکی محبت اہلبیت کے ضمن میں مشہور ہے۔) ان لوگون میں
سے نہیں ہیں۔ جو محفوظ رہے۔ آپ نے فرمایا۔ قد کانَ حاص حیصتہ ثم رجع
۔عمار میں تھوڑا سا شک ظاہر ہوا تھا لیکن فوراہی حق کی طرف پلٹ گئے تھے۔(۲)

یہاں اب بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر عقلمند شخص سمجھ سکتا
ہے کہ ھزاروں مسلمانوں نے فقط اور فقط یہ تین افراد کامل الایمان رہے۔ تو ظاہر سی
بات ہے کہ انکی اہمیت کیا ہوگی۔ یہ تو کوئی غمزدہ علیؑ اور ستم دیدہ سیدہ سے پوچھے۔

دوسری روایتوں میں امام جعفر صادقؑ سے نقل ہے کہ تمام لوگ بعد از
رحلتِ پیغمبر ﷺ از نظر عقاید ہلاک ہو گئے۔ بجز سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ اسکے بعد ابو
ساسان۔ عمارؓ۔ مشترہ۔ ابو عمرہ بھی ان لوگوں سے جاملے (۳) اسی طرح حق کے
طرفدار، ۷، سات افراد شمار کئے جاتے ہیں۔

فولادی قلب

تاریخ کے متعلم کو جو چیز متعجب اور متحیر کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ
جناب مقدادؓ اطاعت و تسلیم میں سلمانؓ و ابوذرؓ سے بھی آگے بڑھ گئے۔ جیسا

کہ ابوبحر حضرمی امام محمد باقرؑ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا! (ان اردت لم یشك ولم ید خله شیء فا لمقدادؓ) اے ابوبحر حضرمی، اگر چاہتے ہو کہ اس شخص کو دیکھو کہ جسکے دل میں کبھی کوئی شک اور خلل واقع نہ ہوا تو مقدادؓ کو دیکھو۔ جبکہ سلمانؓ کے دل میں ایک روز یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت علیؑ کے پاس تو اسمِ اعظم موجود ہے۔ پھر بھی اس اسمِ اعظم کے وسیلے سے خدا سے دعا کیوں نہیں کرتے تاکہ زمین منافقوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے اور حضرت خود کو اس مظلومیت سے نجات دیں۔ ابھی یہ خیال پیدا ہی ہوا تھا (چرا) اور (کیوں) نے ذہن میں جگہ بنائی تھی کہ دشمن پہونچ گئے اور گلے میں رسّی ڈال کر کشاں، کشاں مسجد کی طرف لے گئے۔ اسی کا نشان سلمانؓ کی گردن پر ظاہر تھا۔ جب حضرت علیؑ نے سلمانؓ کو اس حال میں دیکھا تو فرمایا اے سلمانؓ 'ھذا من ذاك فبایع' یہ اسی خیال کا نتیجہ ہے جو تمہارے دل میں پیدا ہوا تھا جاؤ ظاہرا بیعت کرلو۔ سلمانؓ نے اطاعت کی اور ظاہری طور پر ابوبحر کی بعیت کرلی۔ ادھر ابوذرؓ کو حضرت علیؑ نے تلقین صبر فرمائی تھی۔ لیکن انکے صبر کا باندھ ٹوٹ گیا اور آشکارہ حق بیانی شروع کردی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان کے ظلم کے نشانہ بنے اور عثمان نے بے دریغ اس صحابی رسولؐ پر ظلم کے پہاڑ توڑے بالآخر مدینہ اور جوارِ قبر، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرزمین، ربذہ شہربدر کردیا۔ (۲)

روایتوں میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی ایسا نہ تھا جس کے دل میں خلافت کے مسلہ پر کچھ خطور پیدا نہ ہوا ہو۔ بجز مقدادؓ۔ (فان قلبه كان مثل زبر الحديد) کہ ان کا دل فولاد کی طرح محکم تھا۔ (۳)

(۱) اقتباس از بحارالانوار، طبع کمپانی جلد ۸۔ ص۔ ۵۲ حیات القلوب جلد۔ ۲۔ ص ۸۷۵

(۲) بحارالانوار۔ جلد۔ ۶۔ ص۔ ۷۷۹۔ تنقیح المقال۔ جلد ۳۔ ص۔ ۲۲۷۔ تتمۃ المنتہی الامال۔ ص۔ ۸

(۳) حیات القلوب۔ جلد دوم۔ ص۔ ۸۸۵

مقدادؓ ہمیشہ اپنی تلوار اپنے لباس کے اوپر باندھتے تھے اور حضرت علیؑ کے گھر دروازہ پر آتے اور عرض کرتے! اے علیؑ اگر کوئی بھی آپ کی مدد نہ کرے پھر بھی میں آپ کی مدد میں کوئی کوتاہی نہیں کرونگا۔ اور ہمیشہ آپ کے حکم کی اطاعت کیلئے حاضر ہوں۔ مقدادؓ نے وفات، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک لحظہ بھی حق سے انحراف نہ کیا۔ اور ایک جانباز سپاہی کی طرح ہمیشہ شمشیر بکف آمادہ رہے۔ ہر وقت اسی کے منتظر تھے کہ علیؑ کا کوئی حکم ہو اور اس پر فوراً عمل کریں۔ (۱)

حواریان پیامبرؐ

حواری اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے کا گرویدہ ہو۔ اور ہمیشہ اس سے نزدیک ہو اور ہمیشہ آمادہ رہے تاکہ جب بھی حکم ہو اس پر عمل کرے مثلاً حواریانِ حضرت عیسیٰؑ۔ قرآن میں مذکور ہے جو عدد میں بارہ تھے۔ ہمیشہ حضرتِ عیسیٰؑ کے ساتھ رہے۔ عبدِ صالح امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا! قیامت کے دن منادی ندا دیگا کہ وہ اصحاب جو پیامبرؐ سے نزدیک تھے کہاں ہیں۔ تو سلمانؓ۔ مقدادؓ اور ابوذرؓ اٹھیں گے اور اپنی معرفی (پہچان) کرائینگے۔ پھر منادی ندا دیگا کہ حواریانِ وصی

(۱) اسم اعظم خداوند عالم تہتر۔ ۷۳ ہیں۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا اسمِ اعظم ۷۳ ہیں۔ آصف بن برخیا (جنہوں نے پلک جھپکنے سے بھی پہلے تختِ بلقیس کو ملکِ سبا سے حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر کردیا تھا۔) کو ایک حرف کا علم تھا لیکن ہمیں بہتر ۷۲ اسمِ اعظم کا علم ہے اور ایک حرف خدا کے لئے مخصوص ہے۔ جسکا علم ہمارے پاس نہیں ہے۔ اصولِ کافی جلد اوّل ص ۲۳۔

(۲) بحارالانوار۔ جلد۔ ۶۔ ص۔ ۷۷۹۔ قاموس الرجال۔ جلد۔ ۹۔ ص۔ ۱۱۲

(۳) قاموس الرجال۔ جلد ۹ ص۔ ۱۱۲۔ تنقیح المقال جلد۔ ۳۔ ص۔ ۲۴۵۔ جامع الرواۃ۔ جلد۔ ۲۔ ص۔ ۲۴۲۔ قاموس الاسلام۔ جلد ۶۔ ص۔ ۲۶۲۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کہاں ہیں۔ عمرو ابن حمق خزاعی۔ محمد بن ابی بکر۔ میثم۔ اویس قرنی اٹھیں گے اور خود کو پہچوائینگے۔ پھر منادی ندا دیگا۔ حواریانِ امام حسنؑ کہاں ہیں۔ تو سفیان ابن ابی لیلیٰ اور حذیفہ ابنِ اسیدہ اپنے کو پہچوائینگے اسکے بعد منادی ندا دیگا کہ حواریانِ امام حسینؑ کہاں ہیں۔ تو شہداء کربلا اپنی معرفی کرائینگے۔(۲)

یہ روایت بھی اپنی جگہ پر مقدادؓ اور انکے ساتھیوں کو پہچاننے میں ایک محکم دلیل کی حیثیت رکھتی ہے کہ مسلمانوں، اصحاب، مہاجرین اور انصار میں صرف ان تین ہی افراد نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے وفاداری کی اور حواریانِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا لقب پایا۔

شرطۃ الخمیسّ

روایتوں میں ایک جملہ (شرطۃ الخمیس) ملتا ہے۔ سلمانؓ و۔ ابوذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ ان افراد میں سے ہیں جنکا شمار شرطۃ الخمیس میں ہوتا ہے۔ اس جملے کے بارے میں علماء نے مختلف آراء قایم کی ہیں۔ مختصر یہ کہ (شرطۃ) آمادگی کے معنی میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید عربی میں پولس کو شرطہ اور تھانے کو (محل الشرطۃ) کہتے ہیں۔ چونکہ اصولاً یہ لوگ آمادہ رہتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ ایسے سپاہی تھے جو حضرت علیؑ کے فرمان کے سامنے آمادہ تھے۔ اور حضرت علیؑ سے عہد و پیمان کیا تھا کہ وہ حضرت جو بھی حکم دینگے اس سے کبھی سرپیچی نہیں فرمائینگے۔

حضرت علیؑ نے بھی ان لوگوں کو جنت کی ضمانت دی تھی۔ یہی وہ سب سے پہلا گروہ ہے جس نے ہر جنگ میں حریمِ ولایتِ علی ابنِ ابی طالب سے دفاع کیا ہے۔ خمیس جو خمس سے ہے۔ پانچ کے معنی میں ہے۔ یہ کلمہ اس لئے استعمال

کیا گیا ہے کہ فوج کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔(۱) گروہ پیش جنگ (۲) گروہ ذخیرہ (۳) گروہ مامور قلب لشکر (۴) گروہ میمنہ (داہنی طرف کا لشکر) (۵) گروہ میسرہ (بائیں طرف کا لشکر) یا تو اس کلمہ خمیس کے استعمال کی یہ وجہ ہے کہ جب دشمن پر یہ لوگ غلبہ حاصل کرتے تھے تو جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا تھا اس میں سے خمس دیدیا کرتے تھے۔ بہر حال سمجھنے اور سمجھانے کیلئے اس جملہ کا بہترین ترجمہ کامل فدائی یا جانباز ہوگا۔ بعضوں نے ان افراد کی تعداد چھ۔ ٦ ھزار تو بعضوں نے پانچ ھزار مرقوم فرمائی ہے۔ لیکن ان میں چند ہی لوگوں کا نام نمایاں ہے۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ۔ ابو سنان حساری عمر ضناریؓ۔ سہل۔ عثمان بن حنیفؓ۔ جابر ابنِ عبد اللہ انصاری۔(۱) اس روایت سے بھی ہمیں حضرتِ مقدادؓ کے مقام کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ مقدادؓ اس ذات کا نام ہے جو جنگجو۔ جانباز۔ فدائی اور مدافع حریم امیر المومنین حضرت علیؑ کے ملقب ہے۔

ارکان اربعہ

علماء حدیث اور مورخین کے درمیان ایک اصطلاح (ارکانِ اربعہ) چار رکن، مشہور ہے۔ انکے درمیان معروف ہے کہ ارکان، اربعہ سے مراد سلمانؓ۔ مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ ہیں۔(۲) چونکہ مختلف روایتوں میں ان افراد کی مدح و ستایش ملتی ہے اور اہلبیتؑ کی روایتوں مین انکی لاتعداد تعریف و تمجید موجود ہے۔ کہیں ملتا ہے جنت چار افراد کی مشتاق ہے تو کہیں شرطۃ الخمیس کا عنوان ملتا ہے۔ علاوہ ازیں ان میں سے ہر فرد کی الگ الگ ستایش بھی معصوم کی زبانی موجود ہے۔ لہٰذا علماء و محدثین، محققین و مورخین نے اپنے دقیق مطالعہ کے بعد انکو رکن و اساس و بنیاد کے نام سے موسوم کیا جو ارکانِ اربعہ سے موسوم ہوگے۔

(۱) سفینۃ البحار جلد۔۲۔ ص۔۲۰۹۔ (۲) تنقیح المقال۔ جلد اول۔ ص۔۱۱۹۷

شیعیانِ اوّلین

یوں تو اسلام دشمن تحریک کی پرچم داری یہودیت و عیسایت نے جب سے محمدؐ بن عبدالوہاب کے ہاتھوں میں دی اس نے اپنی تمام کوشش اسلام کو نابود کرنے میں صرف کردی۔ چاند کا تھوکا منھ کو آتا ہے۔ محمدؐ بن عبدالوہاب کے تمام تر کوششوں کے باوجود اسلام آج بھی قایم و دایم ہے۔ لیکن اسلام حقیقی کے پیرو کار۔ شعیان حیدر، کرار پر بار بار نت نئے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مذھبِ شیعہ قتلِ عثمان کے بعد معرض وجود میں آیا ہے اور بعضوں کی خیانت تو یہاں تک پہونچی کہ انھوں نے یہ لکھ دیا کہ مذھبِ شیعہ عبداللہ ابنِ سبا کا بنایا ہوا ایک مذہب ہے۔ جبکہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اسکی گواہی دیگا کہ خود رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے میں شیعہ موجود تھے۔ آپ ہی کے زمانہ میں آپ کے کچھ صحابہ کو شیعہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جنکا نام سلمانؓ۔ مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ ہے۔ جیسا کہ سنّیوں کے بزرگ عالم حافظ ابو حاتم رازی اپنی کتاب الزینہ (۲) میں لکھتے ہیں۔ لفظِ شیعہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ ہی کے زمانہ میں معرض وجود میں آگیا تھا۔ اور صحابہء رسولؐ میں سے چار افراد اس لقب سے ملقب تھے۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ یاسر۔ اسکے علاوہ بہت ساری روایتیں ہیں جس میں کلمہ شیعہ موجود ہے۔ اور جو خود علماء اہلِ سنت کی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً ابن صباغ فصول المہمہ۔ ص ۱۲۲۔ پر ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے علیؑ سے فرمایا منظور از خیر البریہ (یعنی بہترین عالم) جو سورہ بینہ کی چھٹی آیت میں ہے۔ تم اور

(۱) تنقیح المقال جلد اول۔ ص۔ ۱۹۶۔ الاوایل ۳۲۸ (۲) تنقیح المقال جلد۔ اول۔ ص۔ ۶ ۱۹۔ الاوائل۔ (۳) یہ کتاب علماء کے درمیان متداول الفاظ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔

تمہارے شیعہ ہیں قیامت کے دن تم اور وہ لوگ خدا سے راضی و خوشنود ہونگے۔ اور خدا بھی ان لوگوں سے راضی ہوگا۔ لیکن تمہارے دشمن خشمناک ہونگے۔ اور انکے ہاتھ انکی گردنون سے بندھے ہونگے۔ حقیقتاً اگر لفظِ شیعہ بعد کی پیداوار ہوتا اور بدعت ہوتا تو رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ ضرور اس بدعت سے روکتے۔ نہ کی ترغیب و فضیلت بیان کرتے۔ علماء اھلِ تسنن پیغمبر، اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ سے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔ (اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم)
میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جسکی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ پھر خود ہی علماء اہلسنت یہ بھی لکھتے ہیں۔ مثلاً، ابو الفداء اپنی تاریخ میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ یاسر، وہ اصحابِ پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ کے دن حضرت علیؑ کی طرفداری میں ابو بکر کی بیعت نہیں کی۔ اہلسنت حضرات سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ آپ کی بیان کردہ حدیث اصحاب کالنجوم کی حیثیت سے صحابیٔ رسولؐ کا یہ عمل جو ابو بکر کی بیعت کے سلسلے میں انجام پایا۔ حجت ہونا چاہیے۔ اب اگر ان صحابہ کی پیروی کرتے ہوے ہم بھی ابو بکر صاحب کی خلافت کو باطل مانتے ہیں تو آپ کو تکلیف کیوں ہوتی ہے۔ آپ نے انکی اقتداء کی انشاء اللہ آپ انہیں کے ساتھ محشور ہونگے۔ ہم نے انکی اقتداء کی۔ خدا کرے ہم انہیں کے ساتھ محشور ہوں۔ پھر کفر و شرک کا فتویٰ چہ معنی دارد۔ علاوہ ازیں خود علماء اہلسنت نے ان چار افراد کی مدح و ستائش کی ہے۔ ابنِ اثیر اپنی کتاب اسد الغابہ۔ جلد ۲۔ ص ۱۰ ۴ پر لکھتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا خداوندِ عالم نے مجھے چار افراد کی دوستی کا حکم دیا ہے۔ کسی نے پوچھا وہ چار افراد کون ہیں تو آپ نے فرمایا۔ علیؑ۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔
حافظ ابو نعیم اصفہانی اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء جلد یکم۔ ص ۱۷۲ پر رقم طراز ہیں کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ خدا وند عالم نے مجھے علیؑ۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔

اور مقدادؓ کی دوستی کا حکم دیا ہے۔ بنا بریں اہلسنت حضرات کیلئے مناسب یہی ہے کہ مقدادؓ و ابوذرؓ کی روش اور شیوہ کو حجت مانیں۔ اور سردارِ شیعان حیدرِ کرار یہی حضرات ہیں۔ اس سے انکار نہ کریں اور جھوٹا الزام لگانے سے پرہیز کریں۔ اسلئے کہ افترا اور بہتان بزبانِ قرآن ظلم ہے۔ اور خدا ظالمون کو دوست نہیں رکھتا۔

یہاں پر مناسب سمجھتا ہوں کہ امام رضاؑ کے اس قول کو نقل کر دوں جب روایتِ معتبر کے مطابق بنام شیعہ کچھ لوگ آپ کے گھر تشریف لائے تاکہ آپ کی زیارت سے مشرف ہو سکیں۔ دربان سے کہا۔ ہم شیعان امیر المومنین ہیں۔ حضرت نے کچھ دیر تک اندر آنے کی اجازت نہ دی تو ان لوگون نے شکایت کی کہ ہم آپ سے ملنے آئے لیکن دربان نے کیوں اندر نہیں آنے دیا۔

حضرت نے فرمایا کیسے نہ روکوں جبکہ تم جھوٹا وعدہ کر رہے ہو۔ واقعی شیعہ تو حسنؑ و حسینؑ۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمار اور محمدؒ ابن ابی بکر کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ حضرت علیؑ جو بھی حکم فرماتے تھے۔ یہ لوگ بے چون وچرا اس پر عمل کرتے تھے۔ تم جو کہ رہے ہو کہ علیؑ کا شیعہ ہوں لازم ہے کہ اسے اپنے عمل سے ثابت کرو۔ (۱) علاوہ ازیں دوسری روایتوں میں ہے کہ جب مامون نے ولایت کے بارے میں سوال کیا تو حضرت امام رضاؑ نے جواب میں فرمایا۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنا ہر۔ ہر قدم نقشِ قدمِ رسالت پر رکھا اور ہمیشہ اسی راہ پہ گامزن رہے اور کبھی اس سے منحرف نہ ہوئے۔ ساری زندگی امیر المومنین حضرت علیؑ کا ساتھ دیا وہ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ۔ حزیفہ ابنِ یمان۔ ابی ہیثم۔ سہل ابن، حنیف۔ عبادہ۔ ابو ایوب۔ خزیمہ۔ اور ابی سعید ہیں۔ خداوندِ عالم نے ان لوگوں سے اور ان سے جو ان کے پیرو ہیں اور اسی راہ پر گامزن ہیں، جن پر وہ لوگ قدم بہ قدم گامزن تھے راضی و خوشنود ہے۔ (۲)

(۱) حیات القلوب۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۸۷۶

(۲) تنقیح المقال

اجرِ رسالت کس نے ادا کیا

فرزندِ آمنہ، قرۃ العین ابو طالب، رحمت العالمین، حضرت محمد مصطفا صلی اللہ علیہ نے جب مکہ سے مدینہ مہاجرت فرمائی تو مال و ثروت کی صورت میں آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اسلام کی گسترش کی خاطر کبھی کبھی ایسا بھی موقع آیا کہ آپ کو مال کی احتیاج ہوئی۔ بعض اصحابِ رسولِ صلی اللہ علیہ نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ رسولِ اسلام نے ہمیں اپنے بابرکت ہاتھوں سے اتنی دولت سے نوازہ ہے اور کبھی کبھی آپ پر ایسا وقت آجاتا ہے کہ زندگی گذارنے کے لئے آپ کے پاس کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اگر ہم لوگ کچھ مال جمع کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کر دیں تو بہتر ہوگا۔ اسی فکر میں اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ ہماری جان و مال آپ پر قربان ہو، ہم چاہتے ہیں اپنے مال میں سے آپ کو کچھ دیدیں اور آپ کی احتیاج دور کر دیں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

(قُل لاَّ اَسئَلُکُم عَلَیهِ اَجراً اِلاَّ المَوَدَّۃَ فِی القُربیٰ. ۳

(کہدو اے رسولؐ کہ میں اجرِ رسالت میں سے کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے اہلبیت سے دوستی و محبّت کرو۔) اس روایت کو علماء اہلسنّت اور شیعہ دونوں نے کثرت سے نقل کیا ہے۔۔ (۴) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اجرِ رسالت اور پاداش زحمتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ مودۃ فی القربیٰ ہے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ نے لوگوں سے کہا کہ! خدا نے ہمارے لئے تمہاری گردن پر ایک حق قرار دیا ہے۔ آیا اس حق کو ادا کروگے؟ لیکن کسی نے جواب نہیں دیا۔ دوسرے دن بھی یہی سوال کیا لیکن

(۳) سورہ شوریٰ آیت۔ ۲۳

کسی نے جواب نہیں دیا۔ تیسرے دن بھی سوال کو دہرایا لیکن سب کی زبان پر تالے پڑے رہے۔ اس وقت حضرت نے فرمایا یہ حق سونا، چاندی اور کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہیں۔ لوگوں نے پوچھا! پس وہ چیز کیا ہے؟ حضرت نے آیتِ مذکورہ کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ ہم آیت کے حکم کو قبول کرتے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ نے اسکے بعد فرمایا۔

واللہ ما وفیٰ بھا الا سبعتہ خدا کی قسم سات افراد کے علاوہ کسی نے بھی اس آیت سے وفاداری کا ثبوت پیش نہیں کیا اور وہ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ۔ جابر ابنِ عبداللہ انصاری۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کا ایک غلام اور زید ابنِ ارقم ہیں۔(۱)

انہیں سات افراد نے اجرِ رسالت بہ خوبی ادا کیا۔ ان سات افراد میں مقدادؓ اہلِ بیت کے سب سے زیادہ وفادار تھے اور حضرت علیؑ کے مقابلے میں بلکل تسلیم محض تھے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب لوگ حضرت علیؑ کو مسجد کی طرف لے گئے تاکہ آپ ابوبکر کی بعت کریں تو سلمانؓ نے کہا اے علیؑ آیا آپ اپنا ہاتھ اسکے (ابوبکر) ہاتھ پر رکھئے گا۔ خدا کی قسم میں کبھی بھی ابوبکر کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دونگا۔ ابوذرؓ نے بھی سلمانؓ کی طرح حضرت علیؑ سے یہی جملہ کہا۔ لیکن مقدادؓ نے کہا! خدا کی قسم۔ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ یہ کام ہو۔ امام جعفر صادقؑ اس موقع پر فرماتے ہی (کان المقداد اعظم الناس ایماناً تلك الساعته)۔

از نظر ایمان مقدادؓ کی ارزش اس وقت سب سے بہتر تھی۔(۲)

بحرانِ خلافت اور مقداد

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے بعد ایسے حوادث سامنے آئے جسکے نتیجے میں سب کا حقیقی چہرہ کھل کر سامنے آگیا۔ گویا یہ حوادث وسیلۂ امتحان تھے۔ جن

(۱) قاموس الرجال۔ جلد۔ ۹۔ ص۔ ۱۱۲ منتخب التقال۔ جلد۔ ۳۔ ص۔ ۲۲۵ (۲) بحار الانوار۔ جلد۔ ۸۔ ص۔ ۵۲

میں بجز چند افراد سب کے سب بری طرح ناکام ہوگئے۔ غوغائی تعیینِ خلیفہ رسول نے دنیا کو اس طرح ورغلایا کہ سب کے سب غاصبانِ خلافت کی طرف چلے گئے اور علیؑ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تنہا رہ گئے۔ اس بابت میں اس ماجرہ کی کچھ داستان بیان کی جاتی ہے۔ تاکہ ہمارے ممدوح کی شخصیت شناسی میں اور نکھار پیدا ہو سکے۔

ابنِ عیاش کہتے ہیں میں ابنِ عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انکے ارد گرد کچھ شیعہ حضرات بھی موجود تھے۔ وہاں مختلف موضوعات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ بعد از وفاتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بحرانِ خلافت پر بات آکر رکی۔ جب یہ موضوع شروع ہوا تو لوگوں نے ابنِ عباسؓ سے درخواست کی آپ اس بارے میں توضیح دیں۔ ابن، عباسؓ نے ہماری درخواست قبول فرمائی اور اپنی گفتگو شروع کردی۔ فرمایا! میرے بھائیوں! جب رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ اس دنیا سے گذر گئے اور ابھی سپردِ لحد بھی نہیں ہوئے تھے لوگوں نے دوسری راہ اختیار کرلی۔ لیکن علیؑ غسل و کفن و دفن جسمِ اطہر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ میں مشغول تھے۔ جب ان امور سے فارغ ہوئے اور تمام واقعات سے مطلع ہوئے تو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اور جمع قرآن کی خاطر بیت الشرف تشریف لے گئے اور عزلت گزینی اختیار کرلی۔ تمام مسلمانوں نے بجز بنی ہاشم سلمانؓ۔ مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ حضرت علیؑ۔ کو چھوڑ دیا اور ابوبکر و عمر کے دامن سے متمسک ہوگئے۔ کچھ حاشیہ نشین افراد ابوبکر و عمر کے پاس بیٹھے تھے۔ مختلف موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی اسی اثنا میں عمر نے ابوبکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تمام افراد نے تمہاری بیعت کرلی لیکن علیؑ اور انکے خاندان والے اور ان چند لوگوں (سلمانؓ۔ مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ زبیر) نے روشِ عموی کی مخالفت کی ہے۔ اور ابھی تک بیعت نہیں کی ہے۔ کسی کو علیؑ کے پاس بھیجو تاکہ انکا رول واضح ہو جائے۔ ابوبکر نے عمر کے چچازاد بھائی قنفذ کو طلب کیا اور اس سے کہا علیؑ کے پاس جاؤ اور کہو کہ جانشینِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی دعوت قبول کرو۔ قنفذ علیؑ کے پاس آیا اور ابوبکر کا پیغام حضرت کو

پہونچا دیا۔ اس پیغام کو سنتے ہی حضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ (اس سے بڑی مصیبت کیا ہو گی کہ نااہل بیعت طلب کر رہے ہیں۔) فرمایا کتنا جلدی تم لوگوں نے رسولِ خداؐ کو جھٹلا دیا۔ اور انکی وصیت کو فراموش کر دیا۔ خدا کی قسم رسول خداؐ نے میرے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ اے قنفذ! تم پیام رسا ہو۔ جاؤ جو کچھ جس طرح سے میں نے کہا ہے ابو بکر سے کہہ دو اور یہ بھی کہہ دینا کہ یہ بات تم بھی بخوبی جانتے ہو۔ قنفذ جلدی سے ابو بکر کے پاس آیا اور حضرت علیؑ کی تمام باتیں نقل کر دیں۔ ابو بکر نے کہا ہاں! علیؑ سچ کہتے ہیں رسولِ خداؐ نے مجھے خلیفہ نہیں بنایا ہے۔ عمر۔ ابو بکر کی اس گفتگو سے غضبناک ہو گئے۔ فوراً کچھ کرنے کیلئے اٹھے۔ ابو بکر نے جب عمر کی چال ڈھال دیکھی تو فوراً بدل گئے اور دوبارہ قنفذ کو حکم دیا کہ جاؤ۔ علیؑ سے کہو کہ امیر المومنین کی دعوت قبول کریں قنفذ جلدی سے حضرت علیؑ کے پاس آیا اور اپنا پیغام سنا دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم! ابو بکر جھوٹ بولتا ہے۔ وہ خلیفہ رسولؐ نہیں ہے۔ جاؤ اس سے کہہ دو کہ یہ اسم جسے تم نے اپنے اوپر لگایا ہے وہ تمہارے لئے نہیں ہے۔ تم خود جانتے ہو کہ امیر المومنین تمہارے علاوہ کوئی اور ہے۔ قنفذ ابو بکر کے پاس آیا اور حضرت علیؑ کی باتیں نقل کر دیں۔ آخر کار عمر ابو بکر کی بیعت کیلئے خانہ حضرت میں گھس گیا۔ حضرت علیؑ کے باوفا سپاہی مقدادؓ۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ۔ بریدہ بھی اسی وقت مدد و نصرت کیلئے بیت الشرف میں داخل ہو گئے۔ قریب تھا کہ فتنہ و فساد برپا ہو جائے حضرت علیؑ اپنی مصلحتوں کے پیشِ نظر بیت الشرف سے باہر تشریف لائے۔ لوگ حضرت کے پیچھے تھے۔ سلمانؓ۔ مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ۔ بریدہؓ بھی دفاع کی لئے کاملاً آمادہ تھے۔ اور یہی وفادار سپاہی تھے جو کہہ رہے تھے کتنا جلدی تم لوگوں نے رسولِ خداؐ کی باتوں کو فراموش کر دیا۔ تمہارا کینہ و حسد تمہارے سینے سے محمدؐ وآلِ محمدؐ کے خلاف ظاہر ہو چکا ہے۔ بریدہ نے عمر سے کہا۔ اے عمر برادر و وصی رسولِ خداؐ اور انکی اکلوتی بیٹی کی تم نے اہانت کی ہے۔ خالد ابن ولید نے اپنی

تلوار سے بریدہ پر حملہ کرنا چاہا لیکن عمر نے روک دیا حضرت علیؑ بری حالت میں ابو بکر کے پاس مسجد کی طرف لے جائے گئے۔ ابو بکر نے جیسے ہی علیؑ کو دیکھا کہا۔ علیؑ کو آزاد کر دو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا! اے ابو بکر اہل بیت و خاندانِ پیغمبرؐ پر کتنا جلدی لوگوں نے حملہ کر دیا۔ کس بنیاد پر زبردستی لوگوں سے تم نے بیعت طلب کی۔ کل تم نے حکم پیغمبرؐ میری بیعت نہیں کی تھی؟ عمر نے بات کے درمیان ٹانگ اڑائی اور کہا۔ اے علیؑ ان باتوں کو چھوڑو۔ اگر بیعت نہیں کی تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔ حضرت نے جواب دیا اگر تم نے ایسا کیا تو ایک خدا کے بندے اور برادر رسولِ خداؐ کو قتل کیا۔ عمر نے کہا! آپ نے جو کہا کہ بندۂ خدا ہیں تو اسکو قبول کرتا ہوں لیکن آپ برادر رسولِ خداؐ نہیں ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میرے رسول خداؐ کا امر و پیمان نہیں ہوتا تو آج معلوم ہو جاتا کہ ہم میں سے کون قوی ہے اور کون ضعیف۔ اتنی ساری بحث ہو گی لیکن ابو بکر دم سادھے رہے۔ بریدہ اٹھے اور فرمایا اے عمر، وہ تم نہیں تھے جسکو رسولِ اسلامؐ نے حکم دیا تھا کہ علیؑ کے پاس جاؤ اور کہو! السلام علیک یا امیر المسلمین۔ (اے مسلمانوں کے امیر آپ پر سلام ہو) اب ابو بکر کی زبان کا تالا کھل گیا۔ (عمر کی طرف داری کرتے ہوئے بولے) ایسا ہی ہے جیسا تم کہہ رہے ہو۔ لیکن وہ زمانہ گذر گیا۔ اب تو کوئی اور مسند نشینِ سریر خلافت ہے۔ بریدہ نے کہا خدا کی قسم۔ اب میں اس جگہ نہیں رہوں گا۔ جہاں تمہاری حکومت ہو گی۔ جب قلعی کھل گئی تو عمر بیتاب ہو گئے اور حکم دیا کہ انہیں مار کر بھگا دو۔ حاشیہ نشینوں نے بریدہ کو مسجد سے مار کر باہر نکال دیا۔ سلمانؓ نے کہا ابو بکر خدا سے ڈرو۔ جہاں بیٹھے ہو وہاں سے اٹھ جاؤ۔ اس مقام کو اسکے حقدار کے حوالے کر دو اور مسلمانوں میں آپس میں لڑائی کی داغ بیل نہ ڈالو۔ ابو بکر نے سلمانؓ کا کوئی جواب نہ دیا۔ سلمانؓ نے اپنی بات دہرائی تو عمر خشمگین ہو گئے اور کہا کہ تم کو ان سب چیزوں سے کیا مطلب (یعنی تم تو عجمی ہو اور یہ عرب کا مسئلہ ہے) سلمانؓ نے فرمایا۔ خاموش! پھر

ابوبکر کی طرف رخ کیا اور فرمایا خدا کی قسم اپنے اس کام سے ایک دن تم (دودھ کے جاے) خون دو ہو گے۔ تم کو خوش خبری دیتا ہوں مصیبت کا انتظار کرو۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ حق کی دفاع اور باطل کی سرکوبی و نابودی میرے ذریعہ ہونے والی ہے۔ تو کبھی بھی اپنی اس شمشیر سے دریغ نہیں کروں گا۔ اسی وقت ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ۔ کھڑے ہوے اور آواز دی یا علیؑ آپکے حکم کے منتظر ہیں۔ آپ جو بھی حکم فرمایں ہم اسے جبر و چشم قبول کریں گے۔ اس تلوار سے آپکی حفاظت کرینگے چاہے قتل ہو جایں۔ یہ وہ موقعہ تھا جہاں مقدادؓ نے فرمایا۔ یا علیؑ کیا کہتے ہیں اگر حکم دیں تو گردن اتار لیں اور اگر حکم دیں تو رک جاویں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ تم لوگ رک جاؤ۔ وصیت و پیماں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو یاد کرو اور جنگ سے پرہیز کرو۔ ابوبکر ممبر پر موجود تھے پھر عمر کی زد پر آے اور تند لہجے میں کہا کس نے ممبر پر بیٹھے ہو۔ یہ علیؑ ہیں کہ معترض بنے بیٹھے ہیں اور بیعت کے لئے اٹھتے ہی نہیں ہیں۔ حکم دو۔ ان کی گردن اتار لوں۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے جیسے ہی یہ جملہ سنا زار و قطار رونے لگے۔ آواز دی۔ یا جداہ۔ یا رسول اللہ۔ حضرت علیؑ نے دیکھا سینے سے لگالیا۔ فرمایا مت روؤ۔ خدا کی قسم یہ لوگ مجھے قتل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ لوگ اس امر سے بہت بونے اور ذلیل ہیں۔ ام ایمن (جن پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے بہت احسانات کئے تھے۔) ام المومنین ام سلمیٰؓ نے ابوبکر سے کہا کتنا جلدی تم لوگوں کے کینے اور حسد آلِ محمدؐ کے خلاف ابل پڑے۔ عمر نے جب یہ سنا تو حکم دیا کہ ان مقدس بی بیوں کو مسجد سے باہر نکال دو۔ لوگوں نے دونوں محترم بی بیوں کو مسجد سے باہر کر دیا۔ کہنے لگے مجھے عورتوں کی راے سے کیا لینا دینا۔ پھر حضرت علیؑ سے کہا اے علیؑ بیعت کرو۔ حضرت نے جواب دیا۔ اگر نہ کروں تو کیا کروگے۔ عمر نے کہا خدا کی قسم تمہاری گردن اتار لونگا حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ اے فرزندِ ضہاک۔ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تو اسکی قدرت نہیں رکھتا ہے

اس وقت خالد ابنِ ولید اٹھا۔ اور حضرت پر تلوار کھینچتے ہوے بولا۔ خدا کی قسم اگر بیعت نہیں کروگے تو تم کو مار ڈالونگا۔ علیؑ اٹھے اور خالد کا لباس کھینچ کر ایک جھٹکا دیتے ہوئے اسے اوندھے منہ گرادیا۔ اور ایسا گرا کے تلوار ہاتھ سے چھوٹ گی۔ عمر نے پھر کہا کہ علیؑ بیعت کرو۔ حضرت علیؑ نے کہا! اور نہ کروں تو۔ عمر نے پھر کہا تم کو مار ڈالوں گا۔ حضرت علیؑ نے تین مرتبہ اتمامِ حجت کی اور ہمیشہ پیغمبر اسلام کی یاد دلاتے رہے۔ اصلاح امت کا خیال دلاتے رہے۔ آخر کار اپنا ہاتھ باندھے ہوے ابوبکر کی طرف بڑھایا اور ابوبکر نے آپ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اور ابوبکر اسی پر راضی ہو گے۔ پھر ان ملاعین نے حضرت کو چھوڑ دیا۔ حضرت گھر کی طرف روانہ ہو گے۔ (۱) گویا کہ داستان طولانی تھی۔ قلم روایت کے الفاظ لکھنے میں بار بار لڑکھڑا رہا تھا۔ لکھ کچھ رہا تھا لکھا کچھ رہا تھا۔ لیکن اس بحران کی منظر کشی اور مقدادؓ کی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس نازک موقع پر جواں مردی پیش کرنا مقصود تھا۔ کہ کس طرح ان چند افراد نے اس سخت ترین موقع پر جب دشمن کی زبان اتنی بے لگام ہو گی تھی کہ بغیر احترام اپنی دانشت میں حضرت علیؑ کے قتل پر آمادہ تھا۔ اور امتِ مسلمہ کھڑی تماشہ دیکھ رہی تھی۔

سر کی بازی

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کی رحلت کے بعد جب یہ بحرانِ خلافت سامنے آیا اور اچھے اچھوں کی قلعی کھل گی۔ تو چالیس افراد حضرت علیؑ کی خدمت حاضر ہوے اور کہنے لگے خدا کی قسم آپ کے علاوہ کسی کی اطاعت نہیں کرینگے۔ اور کسی کو آپ کی اطاعت پر مقدام نہیں کریں گے۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا۔ کیوں کیا وجہ ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا چونکہ غدیر کے دن ہم نے رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ سے آپ کی

(۱) اقتباس از بحار الانوار۔ جلد۔ ۸۔ ص۔ ۵۷ طبع کمپال

جانشینی اور آپ کے مقام کے بارے میں سنا ہے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا تم لوگ حتماً
اپنے قول پر باقی رہو گے؟ چالیسوں افراد نے بیک زبان کہا، ہاں۔ ضرور! حضرت علیؑ
نے آزمائش اور انکے قول کی حقیقت پرکھنے کیلئے فرمایا۔ کل اپنا سر منڈوا کے اسی حال
میں میرے پاس آجانا (واضح ہو کہ سر منڈوانا عرب میں غلامی کی علامت ہے۔) وہ
لوگ حضرت علیؑ کے پاس سے چلے گئے لیکن دوسرے روز فقط سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ اور
مقدادؓ سر منڈوا کر آئے اور کوئی نہ آیا۔ دوپہر کے بعد عمارؓ حضرت کی خدمت میں
حاضر ہوئے۔ حضرت نے عمار کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا خوابِ غفلت سے کیسے
بیدار ہو گئے۔ چلے جاؤ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم سر منڈوانے میں
میری اطاعت نہیں کر سکتے تو کس طرح آہنی پتھروں میں میری اطاعت کرو گے
چلے جاؤ میں تمہارا نیازمند نہیں ہوں۔ جب تم اپنے بال کی بازی نہیں لگا سکتے تو سر کی
بازی کیسے لگاؤ گے۔

فقط بارہ افراد

جب ابوبکر مسند نشین خلافت ہوئے اور اس عظیم مقام کو کرتہ بنا کر
پہن لیا آیا بجز علیؑ اور خاندانِ علیؑ کسی اور نے بھی ابوبکر کو اس فعلِ بد سے روکا
اور اعتراض کیا کہ تم کیوں مسند نشین سریرِ خلافت ہو گئے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو
زمانۂ قدیم سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ بعینہ یہی سوال آبان ابنِ تغلب نے بھی امام جعفر
صادقؑ سے کیا۔ امام نے فرمایا! بارہ افراد نے ابوبکر پر اعتراض کیا اور انکی خلافت
سے انکار کیا۔ مہاجرین میں سے چھ افراد مقدادؓ سلمانؓ ابوذرؓ بریدہؓ خالد ابنِ سعیدؓ عمار
یاسر اور انصار میں سے بھی چھ افراد ابوالھیثم تیہان۔ عثمان ابن حنیف۔ سہل ابنِ
حنیف۔ خزیمہ ابنِ ثابت۔ ابی ابن کعب اور ابوایوب انصاری نے انکار کیا اور مخالفت
کی۔ ان لوگوں نے آپس میں طے کیا کہ ابوبکر جب ممبر پر بیٹھیں گے تو انکو ممبر پر سے
اتار لوں گا۔ بعضوں نے کہا اس بارے میں حضرت علیؑ سے مشورہ کر لیتے ہیں۔ اگر

انہوں نے اجازت دیدی تو حتماً ایسا ہی کرینگے۔ سب لوگوں نے اس رائے کا خیر مقدم
کیا۔ اور حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا امیر المومنین آپ نے اپنے
حق سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور اسے چھوڑ دیا ہے۔ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا ہے علیؑ حق
کے ساتھ ہیں۔ اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ جدھر جدھر علیؑ جاتے ہیں حق بھی ادھر
ہی جاتا ہے۔ ہم لوگوں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ مسجد میں جاکر ابوبکر کو ممبر سے اتار
لیں۔ اس سلسلے میں ہم آپ سے اجازت لینے آئے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ خدا کی
قسم۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ابوبکر کے تمام حاشیہ نشین تلوار کھینچ کر ہمارے پاس پہونچ
جائینگے اور کہینگے کہ اے علیؑ بیعت کرو ورنہ تمہیں مار ڈالیں گے۔ ایسی صورت میں مجھ
پر اپنا دفاع واجب ہو گا۔ رسولِ اسلام ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ یہ امت تم
سے حیلہ اور مکر کریگی اور میرے عہد و پیمان توڑ دیگی۔ تمکو مجھ سے وہی نسبت
ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ جسطرح نبی اسرائیل نے موسیٰ و ہارون کو چھوڑ کر
سامری کی پیروی کرلی تھی۔ اسی طرح یہ امت تم کو چھوڑ دیگی اور دوسروں کو
اختیار کریگی۔ میں نے رسولِ خدا ﷺ سے عرض کی اس وقت ان لوگوں کے ساتھ میں
کیا کروں؟ آپنے فرمایا اگر کوئی ناصر و مددگار ہو تو جنگ کرنا۔ ورنہ اپنے خون کی
حفاظت کرنا۔ یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو۔ جب ان بارہ افراد نے حضرت علیؑ
کی یہ گفتگو سنی تو اپنے ارادہ سے منحرف ہو گئے۔ (۱)

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ان بارہ افراد میں بھی مقدادؓ نمایاں طور
پر ظاہر ہیں جنہوں نے ابوبکر پر اعتراض کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ
رسولِ اسلام ﷺ کی وفات کے بعد میں غسل و کفن و دفن میں مشغول ہو گیا جب
اس سے فارغ ہوا تو جمع قرآن میں مصروف ہو گیا۔ اور اس اہم کام سے بھی فراغت

(۱) مجالس المومنین۔ جلد اول۔ ص ۲۰۳۔ منتخ التقال۔ جلد اول۔ ص ۹۹

حاصل کرلی تو فاطمہؑ۔ حسنؑ۔ وحسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور ان تمام لوگوں کے گھر گیا جو
جنگِ بدر میں شریک تھے۔ جنکا شمار سابق الاسلام میں ہوتا تھا۔ ان تمام افراد کو
قسم دی کہ میری مدد کریں تاکہ میں اپنا حق حاصل کرسکوں۔ کسی نے میری مدد نہیں
کی۔ بجز چار افراد۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ۔ (۲)

مقداد کا اعتراض

رسولِ اسلام ﷺ کی وفات کے پانچویں روز جمعہ کے دن مقدادؓ
اپنے بارہ ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں وارد ہوئے اور مسجد میں کنارے بیٹھ
گئے۔ ابوبکر مسجد میں وارد ہوئے اور ممبر پر چلے گئے۔ تقریر شروع کردی۔ یہ بارہ
افراد بطور کامل اعتراض کیلئے آمادہ ہوگئے۔ مہاجرین وانصار میں بات چھڑگئی کہ کون
پہلے اعتراض شروع کرے۔ دونوں گروہ آپس میں تکلف کرنے لگے۔ آخر کار انصار
نے قرآن کی آیت سے استدلال کیا کہ مہاجرین بھی مقدم ہیں۔

لقد تاب الله علی النبی والمهاجرینَ والانصار (۱)

اس استدلال کے پیشِ نظر مہاجرین سے آغازِ سخن کیا اور ایک کے
بعد دوسرے نے اعتراض شروع کردیا۔ جو کہ بہت طولانی ہے۔ لھذا تمام
اعتراضات کو حذف کرتے ہوئے مقدادؓ کے اعتراض کو نقل کیا جاتا ہے۔ مقدادؓ۔
سلمانؓ۔ و ابوذرؓ کے بعد اٹھے اور اس طرح مخاطب ہوئے۔ اے ابوبکر ظلم سے
دوری اختیار کرو۔ اپنی اس روش سے خدا کے نزدیک توبہ کرو۔ اپنے گھر بیٹھ جاؤ اور
خطاؤں سے پرہیز کرو۔ خلافت اسکو دیدو جو تم سے بہتر اور مقدم ہے۔ تم اچھی طرح
جانتے ہو کہ رسولِ اسلام ﷺ نے تم کو علیؑ سے بیعت کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور تم کو
لشکرِ اسامہ کا حکم دیا تھا۔ اور تم سے صاف صاف کہ دیا تھا کہ خلافت تمہارے اور عمر جو

(۲) حیات القلوب۔ جلد۔ ۲۔ ص۔ ۸۷۵

تمہارے پشت پناہ ہیں کے لئے روا نہیں ہے۔ رسولِ اسلام ﷺ نے غزوہٗ ذات
السلاسل میں تم کو محکوم نفاق قرار دیا تھا۔ اور عمروعاص کا ہم ردیف قرار دیا تھا۔ کہ جس کے
خاندان کیلئے خدا نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔

اِنّا اَعطینٰکَ الکوثر فصلِّ لربکَ وانحر اِنّ شانئکَ هوالابتر۔

بیشک تمہارے دشمن اے رسول دم بریدہ اور مقطوع النسل ہیں۔ اس میں کوئی
شک نہیں کہ یہ آیت عمروعاص کے لئے نازل ہوئی ہے کہ جو جنگ ذاتِ
سلاسل (۲) میں تمہارے اور منافقین کا امیر بنا ہوا تھا۔ اور تم کو لشکر کی پاسبانی کے
لئے بلا رہا تھا۔ اب تم نے خلافتِ پیغمبر ﷺ میں دست درازی شروع کردی۔ اے ابو
بکر خدا سے ڈرو اور اس سنگین بار کو اپنے کاندھے سے اتار دو تاکہ دنیاو آخرت کی سلامتی
تمہارا قدم چومے۔ دنیا کے گرویدہ نہ ہو۔ قریش اور غیر قریش پر فریفتہ نہ ہو۔
عنقریب تمہاری دنیا بدل جائیگی اور اپنے کیفر کردار کو پہونچو گے۔ تم اچھی طرح
جانتے ہو کہ خلافت فقط علیؑ سے ہی منسوب ہے۔ اس منصب کو اس کے اہل کے
حوالے کردو۔ اگر ایسا کرتے ہو تو تم نے اپنا بوجھ ہلکا کرلیا اور تمہارا گناہ بھی کم ہو
جائے گا۔ خدا کی قسم اگر تم اسے قبول کرلو تو یہ میری نصیحت ہے۔ بالآخر تمام امور
خدا کی طرف پلٹتے ہیں۔ (۳)

جب دشمن حضرت علیؑ کو زبردستی مسجد میں لے آئے تاکہ ابوبکر کی
بیعت کریں تو حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم اگر شمشیر میرے ہاتھ میں ہوتی اور مجھے
جنگ کی اجازت ہوتی تو آج تم لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ تم میں اس بے حرمتی کی
قدرت نہ ہوتی۔ اگر چالیس افراد میرے ساتھ ہوتے تو میں تمہارے ساتھ جنگ
کو واجب سمجھتا۔ لیکن جن لوگوں نے مجھ سے بیعت کرنے کے بعد مجھے چھوڑ دیا خدا
ان کو اپنی رحمت سے دور کردے۔ ابوذر نے کہا کاش! وہ تلواریں دوبارہ میرے ہاتھ

(۱) سورہ توبہ۔ آیت ۱۸ (خداوند عالم نے نبیؐ۔ مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کی) (۲) یہ جنگ آٹھویں ہجری میں واقع ہوئی ہے۔

لگ جائیں۔ مقدادؓ نے کہا کہ اگر علیؑ چاہیں تو خدا کو دفع دشمن کیلئے پکار سکتے ہیں۔ سلمانؓ نے کہا۔ میرے مولا۔ مصلحت اندیشی میں دانا تر ہیں۔(۱)

مسجد میں گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا ہر شخص کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا۔ اسی درمیان مقدادؓ پھر گویا ہوے۔ قسم ہے اس خدا کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں دشمن سے دفاع کی طاقت رکھتا ہوں اور دین خدا کی مدد کر سکتا ہوں تو اپنی تلوار حمائل کر کے قدم بہ قدم جنگ کرتا۔ تم لوگ وصی و برادر و جانشین رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے فرزندوں کے والد ماجد کے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہو بلا و مصیبت کا انتظار کرو اور رحمتِ خدا سے ناامید ہو جاؤ۔(۲)

دفن کے بعد

دشمنوں سے ناراض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹیؑ دشمنوں کے ظلم کا نشانہ بنی اپنی ٹوٹی ہوئی کمر کا تحفہ لیکر بابا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح تڑپی ہوگی کہ امت نے میری زحمات کا کیا بہترین تحفہ دیا۔

نبیؐ کی بیٹیؑ نے بھی وصیت کی تھی یا علیؑ جنہوں نے مجھے اذیت پہونچائی ہے انہیں میرے جنازے میں نہ آنے دیجئےگا۔ علیؑ نے بھی نبیؐ کی پارہ جگر کی وصیت پر عمل کرتے ہوے رات کے اندھیرے میں دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سپردِ لحد کر دیا۔ ادھر دوسرے دن لوگوں کو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیؑ سپردِ خاک کر دی گئیں تو لوگوں نے نالہ و شیون شروع کر دیا کہ ہاے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہی بیٹیؑ تھی نہ تو ہم اسکے جنازے میں شریک ہو سکے اور نہ نماز ادا کر سکے۔ راستے میں مقدادؓ کی ملاقات ابو بکر سے ہوگئی تو اسی موضوع پر گفتگو چھڑ گئی۔ جناب مقدادؓ نے فرمایا ہم نے تو رات

(۳) اقتباس از ناسخ التواریخ خلفاء جلد ا۔ ص ۶۹

ہی میں نبیؐ کے لختِ جگر کو سپردِ لحد کر دیا۔ اتنا سننا تھا کہ عمر چلاے اور کہا دیکھا ابو بکر میں نے کل ہوشیار نہیں کیا تھا کہ یہ خاموشی سے دفن کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مقدادؓ نے جواب دیا یہ کام اسلئے ہوا کہ وہ مخدرہ تم سے خشمناک تھیں اور اپنی وصیت میں سفارش کی تھی کہ ایسی تدبیر کی جاے کہ تم دونوں (ابو بکر۔ عمر) ان پر نماز نہ پڑھ سکو۔ یہ سنتے ہی عمر آگ بگولہ ہو گئے اور تازیانے سے مقدادؓ پر حملہ کر دیا۔ لوگ دوڑتے ہوے مقدادؓ کے اردگرد جمع ہو گئے لیکن مقدادؓ جرآت و ہمت سے اٹھے اور لوگوں کے درمیان گویا ہوے۔ دختر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب شہادت پائی تو تمہاری بد کرداریوں اور تازیانوں کی ضرب کی وجہ سے انکا جسم خون آلود تھا۔ اور انکی کمر سے خون جاری تھا۔ وہ تم لوگوں کے ظلم و ستم کو دیکھ رہی تھیں۔ جو تمنے امیر المومنین کے ساتھ انجام دیا ہے۔ جب تمنے جہانِ ہستی کی ایسی دو گراں مایہ شخصیات کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے تو اس میں تعجب کی بات نہیں ہے کہ مجھے انکی وصیت بیان کرنے کے جرم میں پھر تازیانوں کا نشانہ بناؤ۔

آپ نے غور فرمایا کہ عمر کی بیباکی اور بے احترامی کا جواب جناب مقدادؓ نے کس ہمت و جرآت سے دیا۔ آج دنیا ہم پر طعنہ زن ہے کہ شیعہ اصحابِ رسولؐ کا احترام نہیں کرتے لیکن میں ہر اہلِ انصاف سے پوچھتا ہوں کہ کیا مقدادؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تھے۔ اور اگر تھے تو یقیناً تھے تو پھر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تازیانے سے حملہ کرنا کیا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے؟

یقیناً یہ عمل باعث اذیتِ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اگر ہم بہ حکم قرآن (۲) رسولؐ کو اذیت پہونچانے والوں پر لعنت کرتے ہیں تو اس میں کون سی خرابی ہے۔

مقدادؓ اور خلفاء

جب ابو بکر نے خلافت کے کرتے کو اپنے ناھموار جسم پر زبردستی ڈال لیا تو مقدادؓ نے حضرت علیؑ کی پیروی میں سینے پر پتھر رکھ کر شمشیر کو نیام میں رکھ لیا۔ لیکن دل میں انقلاب کا آتش فشاں ابل رہا تھا۔ غم واندوہ کی آگ ان کے نورانی قلب میں شعلہ ور تھی اور حیران و پریشان یہی کہتے تھے۔ واعجباہ! دنیا کیا کر رہی ہے۔ جاہ طلبی کا کتنا خطرناک نتیجہ ہوتا ہے۔ آلِ محمدؐ کے مسلم حق کو ان سے چھین لیا۔ یہاں ایک تاریخی نکتہ ملاحظہ ہو جسے احمد ابنِ ابی یعقوب نے اپنی تاریخ (تاریخِ یعقوبی) میں لکھا ہے ایک شخص کہتا ہے کہ میں مدینہ میں مسجدِ النبیؐ میں وارد ہوا دیکھا کہ ایک شخص بہت بری حالت میں نہ راحت اپنے زانو پر سر رکھے بیٹھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سارا مال کسی نے چھین لیا ہے۔ اسی حال میں یہ کہا جا رہا تھا تعجب ہے قریش پر کہ منصبِ خلافت کو خاندانِ نبی اکرمؐ سے چھین لیا جبکہ سب سے پہلے کو ایمان لایا وہ ہی رسولؐ کا چچازاد بھائی ہے۔ جو لوگوں کے درمیان سب سے زیادہ دانا اور اسلام میں لوگوں سے زیادہ نزدیک ہے۔ وہ کہ جو تمام راہوں سے سب سے زیادہ واقف اور صراطِ مستقیم پر سب سے زیادہ گامزن ہے۔ خدا کی قسم بزرگ اور پرہیزگار رہبر سے لوگوں نے دوری اختیار کر لی۔ یہ کام امت کی اصلاح اور مذھب کی تنظیم کیلئے نہ تھا۔ بلکہ دنیا طلبی اور آخرت فراموشی اس کا سبب قرار پائی۔

ظالمین پر خدا کا عذاب نازل ہو اور خدا کی رحمت سے دور رہیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں اس مردِ دل سوختہ کے پاس گیا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور جسکی اتنی تعریف کر رہے ہو اور کہہ رہے ہو کہ اسکا حق چھینا گیا وہ کون ہے؟ تو اسنے جواب دیا میں مقدادؓ ہوں اور وہ مرد حضرت علیؑ ہیں۔ میں نے کہا آیا قیام نہیں کرو گے تاکہ میں تمہاری مدد کروں۔ مقدادؓ نے جواب دیا لے برادر زادہ۔

ایک دو آدمی سے یہ کام ہونے والا نہیں ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ اس گفتگو کے بعد میں مسجد سے نکل آیا۔ ابوذرؓ سے ملاقات ہوئی تو جو کچھ بھی میں نے سنا تھا انکے گوش گذار کر دیا۔ ابوذرؓ نے کہا میرے بھائی مقدادؓ نے صحیح کہا ہے۔(۱)

تقریباً دو سال چار ماہ بعد ابو بکر راہی ملکِ جاوداں ہوئے۔ ابو بکر کی موت کے بعد عمر نے جو ابو بکر کی طرف سے کسی مشورہ کے بغیر خلیفہ منتخب ہو گئے تھے۔ تقریباً دس سال چھ ماہ حکومت کی۔ اس پوری مدت میں جنابِ مقدادؓ اپنے دوسرے ساتھیوں۔ سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ کے ساتھ ہمیشہ حضرت علیؑ کے ھمراہ رہے۔ اور کبھی انسے جدا نہ ہوئے۔ بلکہ انکے نقشِ قدم پر گامزن رہے۔ اور جب مغیرہ ابن شعبہ کے غلام فیروزؓ المعروف بہ ابو لولو نے عمر کو انکی تباہ کاریوں کا نتیجہ چکھا دیا اور ان کو بری طرح زخمی کر دیا تو وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے گننے لگے۔ جب انکو یقین ہو گیا کہ اب موت کے چنگل سے فرار محال ہے تو وہ جو کہتے ہیں (چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں) اس کے مصداق کامل عمر صاحب نے چند اصحاب پیمبر کو اپنے پاس بلایا اور سب کی لیاقت اور نالایقی انکے گوش گذار کی۔ حضرت علیؑ اگر آپ ریاستِ امت کی باگ ڈور سبھالتے ہیں تو لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کریں گے۔ مگر آپ میں کمی یہ ہے کہ آپ مزاح بہت کرتے ہیں۔ (حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ میں بعض مقام پر فرمایا ہے کہ عمر نے صاف صاف دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔) الغرض یہ کہ چھ افراد علیؑ۔ زبیر۔ عثمان۔ طلحہ۔ سعد وقاص۔ عبدالرحمن بن عوف کو معین کیا کہ یہ لوگ عمر کے مرنے کے بعد ایک جگہ جمع ہوں اور مشورت کر کے کسی ایک کو چن لیں۔ ابو طلحہ انصاری کو حکم دیا کہ میرے مرنے کے بعد ان لوگوں پر دھیان دیتے ہوئے ایک جگہ جمع کرو اور پچاس افراد کے ساتھ تین دن تک ان پر نظر رکھو تاکہ تین دن کے اندر خلیفہ معین کر لیں اور

(۱) کامل بہائی۔ ج۔ ۱۔ ص۔ ۳۱۲ حوالہ من الہمدانی بلخذ (سید محمد کاظم قزوینی)

جب اس رائے میں پانچ آدمی ایک طرف اور ایک شخص مخالف ہو تو اس مخالف کی گردن اتار لینا۔ اسی طرح اگر چار افراد ہم رائے ہوں اور دو مخالف ہوں تو ان دونوں کو قتل کر دینا۔ اور اگر تین آدمی ایک طرف اور دوسرے تین افراد دوسری طرف ہوں تو خلیفہ وہ ہوگا جسکی طرف عبد الرحمن ابن عوف ہوں گے۔

یعنی عثمان کے بہنوئی جدھر ہوں) اگر کسی نے کوئی رائے نہ دی تو ان تمام افراد کو موت کی نیند سلا دینا۔ تاکہ مسلمان خود خلیفہ انتخاب کر لیں۔

عمر کی موت کے بعد چھ افراد جمع ہوئے اور گفتگو شروع ہوئی۔ طلحہ نے عثمان کو انتخاب کیا۔ زبیر نے علیؑ کو اور سعد وقاص نے عبد الرحمن بن عوف کو۔ پھر عبد الرحمن ابن عوف نے حضرت علیؑ کی طرف رخ کیا اور کہا۔ آپ کی بیعت بعنوان خلیفہ اس شرط پر کرینگے کہ آپ کتاب و سنت اور سیرت ابو بکر و عمر کی پیروی کریں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں کتاب خدا، سنت رسول ﷺ اور اپنے اجتہاد پر عمل کروں گا۔ پھر عبد الرحمن نے یہی بات عثمان سے کہی۔ عثمان نے فوراً قبول کر لیا۔ یہ بات تین مرتبہ تکرار ہوتی رہی اور حضرت علیؑ نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ لیکن عثمان نے تینوں بار قبول کر لیا۔ اس طرح عثمان خلیفہ ہو گئے۔ آئے تاریخ کے اس موڑ پر مقدادؓ کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیں۔

عبد الرحمٰن پر اعتراض

طبری کی نقل کے مطابق مقدادؓ نے بعنوان اعتراض عبد الرحمن بن عوف کی طرف رخ کیا اور گویا ہوئے۔ تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ خدا کی قسم۔ تم نے علیؑ یعنی وہ

(۱) قاموس الرجال۔ جلد ۹۔ ص ۱۱۳ بہ نقل تاریخ یعقوبی

عبقات الانوار۔ ص۔ ۶۹۰۔ الغدیر۔ جلد۔ ۹۔ ص۔ ۱۱۴

کہ جو حق و عدالت سے قضاوت کرنے والے تھے۔ انکو چھوڑ دیا یہ عبد الرحمن نے کہا اے مقدادؓ میں نے مسلمانوں کے نفع کی کوشش کی ہے۔ مقدادؓ نے کہا میں نے کسی خاندان کو اتنا مظلوم نہیں پایا۔ جتنا بعد از پیغمبر اہلبیت رسول گرامی مظلوم و ستم زدہ ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ قریش نے کیسے اس مرد کو چھوڑ دیا جسکے علم و قضاوت و عدالت کے مقابلہ میں سب ذرہ ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرا کوئی مددگار ہوتا تو میں قیام کرتا اور ان کا دفاع کرتا۔ (۲)

(۲) قلعی کھل گئی

جب وہ چھ افراد جنکا تعین عمر صاحب نے کیا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد ایک جگہ جمع ہوئے تو مقدادؓ نے بھی درخواست کی کہ انہیں اس جلسے میں شرکت کا موقع دیا جائے اور فرمایا کہ میں خیر خواہی کے لئے آیا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ اپنا وظیفہ انجام دوں جو خدا نے نصیحت و خیر خواہی میرے ذمہ کی ہے۔ لیکن اصرار کے باوجود کسی نے مقدادؓ کو اجازت نہ دی۔ مقدادؓ نے بھی عقب نشینی نہیں کی اور اپنا وظیفہ انجام دیدیا۔ با آواز بلند اعلان کر دیا۔ اس مرد کی بیعت نہ کرنا جس نے جنگ بدر میں شرکت نہ کی۔ بیعت رضوان رسول خدا ﷺ کے ساتھ نہ کی اور جنگ احد میں بھاگ گیا۔ مقصود مقدادؓ۔ عثمان تھے۔ اسلئے کہ جنگ احد میں سب سے پہلے عثمان ہی نے راہ فرار اختیار کی تھی۔ (۱)

جناب مقدادؓ کی آتش بیانی سے عثمان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور تڑپ کر بول پڑے۔ خدا کی قسم اگر میں مسند خلافت پر بیٹھ گیا تو تم کو تمہارے پہلے آقا کے پاس

(۱) تعلیمات جعفری۔ ص ۔۸۶ ۔ ۸۳ (۲) قاموس الرجال۔ جلد۔ ۹۔ ص۔ ۱۱۳ بہ نقل از تاریخ طبری۔

بھیجدوں گا۔ (یعنی جسطرح پہلے غلام تھے اسی طرح پھر غلامی کی زندگی گذارو گے اور شکنجے اور تکلیف میں زندگی بسر کرو گے۔)

(۳) قطعنامه

عثمان نے تقریباً بارہ سال حکومت کی۔ مقدادؓ کے آخری دس سال (۱۰) انکی دور، حکومت میں بسر ہوے ہیں۔ اور ھمیشہ کی طرح جناب مقدادؓ مثلِ سایہ حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ رہے۔ اور کبھی بھی دشمنانِ علیؑ کی طرف رخ نہ کیا۔ اس زمانہ میں مقدادؓ نے یہی کوشش کی کہ عثمان کی تشکیلات سے کافی دور رہیں۔ لھٰذا قریہ (جرف) جو مدینہ کے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے زندگی بسر کرنے لگے۔ وہاں آپ نے بہت اچھا مکان بنایا تھا جو شان و شوکت کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھا۔ اور وہیں زندگی کے آخری لمحات گذارے۔ یہاں تک کہ پیغامِ موت آ گیا اور آپ جنت کی طرف سیدھار گے۔ (۲) اس مدت میں ہمیشہ عثمان سے مباحثہ کرتے رہے اور کبھی بھی انکے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور کبھی امیر المومنین نہیں کہا۔

لحظه به لحظه دفاع

جب حضرت علیؑ نے مہاجرین وانصار کے مجمع میں استدلال کے ساتھ اپنی حقانیت آشکار کر دی اور گھر کی طرف چلے گے۔ تو ابوبکر بھی اپنا سا منھ لیکر گھر کی طرف ہو لئے۔ لیکن پریشانی و حیرانی انکے وجود کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ ایسی صورت میں اپنے مونس و مددگار عمر کو طلب کیا۔ اور اس بات کو انکے سامنے رکھا۔ عمر نے جواب دیا۔ علیؑ کو قتل کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ ابوبکر نے کہا یہ کام (۱)

(۱) دوائل۔ ص ۵۰۱۔ (۲) قاموس الرجال۔ جلد ۹ ص ۱۱۵۔ (۳) سفینۃ البحار۔ جلد ۲۔ ص ۲۰۹

مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ علیؑ کو کس طرح قتل کیا جا سکتا ہے۔ عمر نے کہا خالد بن ولید اس کام میں بہتر ہوگا۔ ابوبکر نے عمر کی تصدیق کی اور اسی وقت خالد کو بلوایا۔ خالد حاضر ہوا اور خوشی خوشی اس رائے کو قبول کر لیا۔ ابوبکر نے کہا اے خالد جب لوگ مسجد میں آجائیں اور نمازِ جماعت شروع ہو جائے تو علیؑ کے پاس کھڑے ہو جانا اور جیسے ہی میں سلام تمام کروں علیؑ پر حملہ کر دینا اور انکا سر تن سے جدا کر دینا۔ خالد نے اس عظیم فعل کیلئے خود کو آمادہ کر لیا۔ اسماء جو کہ اپنے پہلے شوہر جعفر ابنِ ابو طالبؑ کے بعد ابوبکر کے حبالہ عقد میں تھیں انہوں نے ابوبکر اور خالد کی پوری باتوں کو سن لیا۔ فوراً اپنی ایک کنیز کو حضرت علیؑ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے کہا کہ جاؤ اور حضرت کے پاس فقط یہ آیت پڑھ دو۔

اِنَّ المَلأَ یأتمِرونَ بِكَ لیقتلُوكَ فاخرُج اِنّي لكَ مِنَ النّٰصِحين (۱)

کنیز حضرت کے پاس آئی اور یہی آیت سنا ڈالی۔ حضرت علیؑ نے کنیز سے فرمایا کہ اسماء سے کہدو۔ (انّ اللّٰہ یحول بینھم و بین مایرید). (۲) نقل دیگر میں ہے کہ فرمایا۔ فمن یقتل الناکثین والقاسطین و المارقین. (۳)

ابوبکر جو اپنی تصمیم پر اٹل تھے۔ خوف وہراس کی وجہ سے انکی نیند اڑ گی تھی اور پوری رات جاگ کر کاٹ دی۔ صبح نماز کے وقت سب لوگ مسجد میں وارد ہوے۔ خالد اپنی شمشیر حمائل کئے حضرت کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔ حضرت علیؑ بھی خالد کی ہر رفتار کو بغور ملاحظہ کر رہے تھے۔ ابوبکر نے نماز شروع کر دی اور نماز کے درمیان فکر کے سمندر میں غوطہ زن ہو گے کہ یہ کام بڑا عظیم ہے۔ بہت خوں ریزی ہو گی اور بلوہ مچیگا۔ اسی فکر میں ابوبکر نے نماز تمام نہ کی اور ادھر ادھر کرنے لگے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ ابوبکر پر سہو ونسیان طاری ہو گیا ہے۔ آخر کار جب سورج طلوع ہونے لگا تو ابوبکر نے نماز کے آخر میں کہا۔ یا خالد لا تفعل فان

فعلت قتلتك.... السلام علیکم و رحمة الله بر کاته.(۱) اور یہ
کہہ کر نماز تمام کردی۔ علیؑ نے خالد کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔ ابو بکر نے تمکو کس چیز
کا حکم دیا ہے۔ خالد نے کہا مجھے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ
تمہارا یہی ارادہ ہے کہ مجھے قتل کروگے اس نے کہا اگر مجھے منع نہ کیا ہوتا تو میں آپ
کو مار ڈالتا۔ یہ سنتے ہی حضرت نے خالد کا گریبان پکڑا اور زور دار جھٹکا دیا اور
اوپر اٹھا کر اوندھے منہ زمین پر گرا دیا۔ وہ اس طرح گرا کے تلوار اس کے ہاتھ سے
چھوٹ گئی۔ اس قوت حضرت اسکے سینے پر سوار ہوگئے۔ اور چاہا کہ خالد کو دیارِ
عدم کی سیر کرادیں۔ اس وقت خالد ایسا حواس باختہ ہوا کہ ڈر کے مارے مسجد نجس کر
دی۔ لوگ حضرت علیؑ کے ارد گرد جمع ہوگئے تاکہ خالد کو موت کے منہ سے نکالیں۔
لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ایسا کرتا۔ آخر کار عمر نے کہا۔ علیؑ کو قبر رسولؐ کی قسم
دیدو۔ وہ خالد کو چھوڑ دیں گے۔ لوگوں نے علیؑ کو قبر رسول ﷺ کی قسم دیدی کہ
خالد کو چھوڑ دیں۔ حضرت نے خالد کو چھوڑ دیا۔ اسی وقت حضرت علیؑ عمر کی طرف
متوجہ ہوے اور اسکا گریبان پکڑ کر کہا۔ اے فرزندِ ضہاک۔ خدا کی قسم اگر رسول
اسلام ﷺ کی وصیت نہ ہوتی اور قضاو قدرِ الٰہی پیشِ نظر نہ ہوتی تو تم کو معلوم ہو جاتا
کہ کون قوی ہے اور کون ضعیف۔ اور کس کے پاس زیادہ افراد ہیں۔ حضرت علیؑ
نے اسکے بعد بیت الشرف کا رخ کیا۔ اسی وقت مقدادؓ۔ عباسؓ ابنِ عبد المطلب اور
زبیرؓ۔ ابوذرؓ۔ اور دیگر بنی ہاشم کے ساتھ دفاع کیلئے آمادہ ہوگئے اور اپنی تلواروں کو نیام
سے نکال کر غیظ و غضب کے ساتھ ابوبکر و عمر کے خلاف آواز بلند کی۔ اور کہا خدا
کی قسم جبتک عمر کو نیست و نابود نہ کر ڈالیں۔ باز نہ آینگے۔ اس وقت ان باوفا صحابیوں
نے فرمایا اے دشمنانِ علیؑ۔ تم لوگ خدا کے دشمن ہو۔ کتنا جلدی تم لوگوں نے اپنی
عداوت۔ محمدؐ و آلِ محمد ﷺ کے خلاف ظاہر کردی۔ کل تم لوگوں نے دخترِ رسولؐ
پر اتنا ظلم کیا اور آج برادر و وصیِ پیمبر ﷺ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ تم لوگوں

نے بہت سارے موقعوں پر قصد کیا کہ رسولِ اسلام ﷺ کو بھی قتل کردو۔ لیکن ایسا
نہ کر سکے۔(۱)

ہاں مقدادؓ نے ہر لحظہ ایک جانباز سپاہی کی طرح حضرت علیؑ کی طرف
سے دفاع کیا اور ہمیشہ اپنی مستدل اور آتشیں تقریر سے دشمنوں کی ناک زمین پر
رگڑ دی۔ گویا مقدادؓ علیؑ کے مجسم جانثار تھے۔ یہاں ایک بات کی طرف توجہ لازم
ہے کہ اہل، تسنن بطور، اعتراض اور شیعہ بصورت سوال کہتے ہیں کہ جب حضرت
علیؑ اتنے دلاور اور بہادر تھے تو اپنے حق کے لئے تلوار کیوں نہ اٹھائی؟ ہماری انکی
کی گفتگو سے اس سوال کا جواب واضح ہو گیا ہوگا۔ لیکن اگر اسی روایت کو بغور دیکھا
جائے تو اس سوال کا جواب اظہر من الشمس ہے کہ حالات اور موقع کی نزاکت کا
تقاضا یہی تھا کہ حضرت خاموشی اختیار کرتے اور خود حضرت نے بھی فرمایا کہ میں
نے اس دین کی حفاظت کیلئے خاموشی اختیار کی ہے۔

مقدادؓ ہم سے ہیں

مقدادؓ کی جوانمردی۔ فداکاری۔ پرہیزگاری۔ استقامت۔ زندگی کے
تمام نشیب و فراز تاریخ کے نشیب و فراز کے ساتھ ہے۔ انکی گفتگو سے جنابِ
مقدادؓ کی شخصیت کا سورج قارئین کرام کے سامنے چمک رہا ہے۔ رسولِ اسلام ﷺ
اس جاں باز سپاہی کا بغور مشاہدہ کررہے تھے۔ اور آپ خوبی جانتے تھے کہ یہ زندگی
کے آخری لمحوں تک اسلام کے جانثار سپاہی رہینگے۔ اسی وجہ سے مقدادؓ کی فضیلت
میں ایسا جملہ ارشاد فرمایا کہ اگر تاریخ میں اس جملہ کے علاوہ مقدادؓ کی
دوسری فضیلتیں جلوہ فگن نہ ہوں تو یہی فضیلت دوسروں کی بڑی بڑی فضیلت پر
بھاری ہوتی۔ ایک روز جابرؓ ابنِ عبد اللہ انصاری نے سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ اور مقدادؓ

کے بارے میں رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔ حضرت نے سب کے بارے میں کچھ نہ کچھ فرمایا اور جب مقدادؓ کی بات پہونچی تو فرمایا۔ ذاك منّا ابغض الله من البغضه و احب اللّٰہ من احبہ۔ مقدادؓ تو ہم میں سے ہیں۔ خدا اسکو دشمن رکھے جو مقدادؓ کا دشمن ہے۔ اور خدا اسکو دوست رکھے جو مقدادؓ کا دوست ہے۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علیؑ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا علیؑ میری جان ہیں۔ حسنؑ و حسینؑ میری روح ہیں اور مادرِ حسنینؑ حضرتِ فاطمہؑ میری دختر ہیں۔ جو بھی انکو خوش حال کریگا اسنے مجھے خوش کیا اور جسنے اسے رنجیدہ کیا اسنے مجھے ناراض کیا۔ آخر میں فرمایا جو بھی ان افراد۔ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ۔ مقدادؓ۔ علیؑ حسنینؑ اور فاطمہؑ سے جنگ کریگا اسنے مجھ سے جنگ کی۔ اور جو لوگ ان کے دوست ہیں میں بھی انکا دوست ہوں۔ اے جابرؓ جب بھی تم دعا کرو اور یہ چاہو کہ تمہاری دعا مستجاب ہو تو خدا کو ان کے وسیلے سے یاد کرو۔ اسلئے کہ یہ نام خدا کے نزدیک عزیزترین نام ہیں۔ (۱)

آخری ایام

مقدادؓ نے اپنی زندگی سعادت و افتخار کے ساتھ بسر کی۔ آخری عمر میں وہ (حرف) میں مقیم تھے۔ ۳۳ھ میں ۷۰ ستر سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا۔ عثمان کو خبر دے دو کہ میں اپنے ربِ اوّل و آخر کے پاس چلا گیا۔ وہ

حاشیہ (۱) سورہ قصص۔ آیت۔ ۱۹ (ترجمہ) (ایک جماعت تمہارے بارے میں مشورہ کر رہی ہے کہ تم کو قتل کر دیں۔ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں) یہ آیت حضرت موسیٰ کی داستان سے مربوط ہے۔ کہ جب حضرت نے ایک ظالم قبطی کو دیکھا کہ وہ ایک مظلوم قبطیہ میں اذیت دے رہے تھے تو مظلوم کی حمایت میں قبطی پر حملہ کر دیا۔ اور اسکو مار ڈالا۔ یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور فرعون نے موسیٰ کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ مومن آلِ فرعون اس جریان سے آگاہ ہوئے۔ فوراً حضرت موسیٰ کے پاس آئے اور عرض کی آپ فوراً مصر سے نکل جائیں یہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ موسیٰ نے قبول کر لیا اور مدئین کی طرف روانہ ہو گئے۔
(۲)۔ (ترجمہ) خدا انکے اور انکے ارادہ کے درمیان حائل ہو جائیگا (۳) اگر وہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے تو ناکثین (جنگِ جمل والے) قاسطین (صفین والے) اور مارقین (خوارج) کو کون موت کے گھاٹ اتارے گا۔ درانحالیکہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میں انسے جنگ کروں گا۔ (۴) اے خالد ایسا مت کرو۔ ورنہ تمہیں قتل کر دوں گا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ (۱) بحار الانوار۔ جلد۔ ۶ طبع کمپانی۔ ص۔ ۷۵۵۔ بہ نقل از اقتباس شیخ مفید (۲) اسد الغابہ جلد۔ ۳۔ ص ۱۱۴۔ مجمع الرجال جلد۔ ۶ ص۔ ۱۳۷۔ منتخب التواریخ۔ ص۔ ۳۳ (۳) قاموس الرجال۔ جلد۔ ۹۔ ص۔ ۱۱۴ (۱) بحار الانوار۔ جلد ۸۔ ص۔ ۲۵۲

مسلمانوں کے درمیان ایک نمایاں اور بے مثال محترم شخصیت کے حامل تھے۔ اس عہد کے اہم لوگوں اور مسلمانوں نے انکے جنازے کو کاندھا دیا اور انکی لاش مدینہ لائے اور جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی اس میں اختلاف ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ عثمان نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ لیکن بعض دوسری روایتوں میں ملتا ہے کہ زبیر نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ لیکن آپکے انتقال کی وجہ واضح نہیں ہے۔ بعض لوگون نے مشہور مورخ واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ موسیٰ ابنِ یعقوب نے اپنی پھوپھی سے سنا ہے کہ انکی والدہ (کریمہ بنت مقدادؓ) نے کہا کہ انکے والد کا انتقال پیٹ پھٹ جانے سے ہو گیا تھا۔ (۲) بعض مورخین کا کہنا ہے کہ وہ ارنڈی کا تیل کھانے کی وجہ سے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ (۳) بعضوں نے ان کی قبر شہروان کے میدان میں (اطرافِ بغداد) بتائی ہے۔ جو صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ قبر جو اس اطراف کے لوگوں کے مطابق مقبرۂ بغداد کے نام سے معروف ہے۔ فاضلِ مقداد سیوری (مقداد ابنِ عبد اللہ حلی مؤلف شرح حادیِ عشر) کی قبر ہے۔ یا کسی عرب و شیخ اور بزرگ کی ہے۔ جب مقدادؓ کی وفات کی خبر عثمان کو پہونچی تو عثمان کو بہت اثر ہوا اور انکے لئے طلبِ مغفرت کی۔ زبیر وہیں موجود تھے۔ فوراً یہ شعر کہا۔ لا عرفنك لعبد الموت تندبنی... و فی حیاتی ما زوّدتنی زادی ترجمہ۔۔۔ میں تمہیں خوب پہچانتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد تُو رہے بہار ہے ہو۔ لیکن جب میں زندہ تھا تو میرا حق مجھ سے چھین لیا۔ زبیر کا یہ شعر عثمان کو بہت برا لگا اور کہنے لگے اب ایسا نہیں ہے کہ میں خوش رہوں کہ ایک صحابی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے گذر جائے اور مجھ سے ناراض رہے۔ (۱)

اے کاش عثمان کو یہ احساس جنابِ مقدادؓ کی زندگی میں ہو گیا ہوتا اور ان سے عذر خواہی کر لی ہوتی۔ یا یہ احساس ابوذرؓ کو ربذہ شہر بدر کرتے ہوئے ہوتا تو ان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتے۔

سیعلمُ الذینَ ظلموٓا ایَّ مُنقلبٍ ینقلبون

العبد سیّد مراد رضا رضوی

ماخذ کتب

(۱) قرآن مجید ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب علی اللہ مقامہ
(۲) نہج البلاغہ
(۳) الاوائل
(۴) الاعلام زرکلی
(۵) اعلام الوریٰ
(۶) اصولِ کافی
(۷) اسد الغابہ
(۸) ارشاد مفید
(۹) بحار الانوار
(۱۰) تفسیر جامع
(۱۱) تہذیب التہذیب
(۱۲) تاریخِ یعقوبی
(۱۳) تاریخ طبری
(۱۴) تفسیرِ جامع
(۱۵) تفسیر مجمع البیان
(۱۶) تعلیماتِ جعفری
(۱۷) تتمہ منتہی الامال (۱۸) تنقیح المقال
(۱۹) جامع الرواۃ (۲۰) منتہی المال
(۲۱) حیات القلوب
(۲۲) حلیۃ الاولیاء
(۲۳) رجال کشی
(۲۴) ریاحین الشریعہ
(۲۵) روضات الجنات
(۲۶) سفینۃ البحار
(۲۷) شبہای پیشاور
(۲۸) عبقات الانوار
(۲۹) عیون اخبار الرضا
(۳۰) طبقات بن سعد
(۳۱) کشف الغمہ
(۳۲) فرہنگ عمید
(۳۳) قاموس الرجال
(۳۴) قاموس الاعلام (ترکی)
(۳۵) مجمع البحرین طریحی
(۳۶) مجمع الرجال
(۳۷) مناقب ابن شہر آشوب
(۳۸) مجالس المومنین
(۳۹) ناسخ التواریخ
(۴۰) فاطمہ من المہد الی اللحد